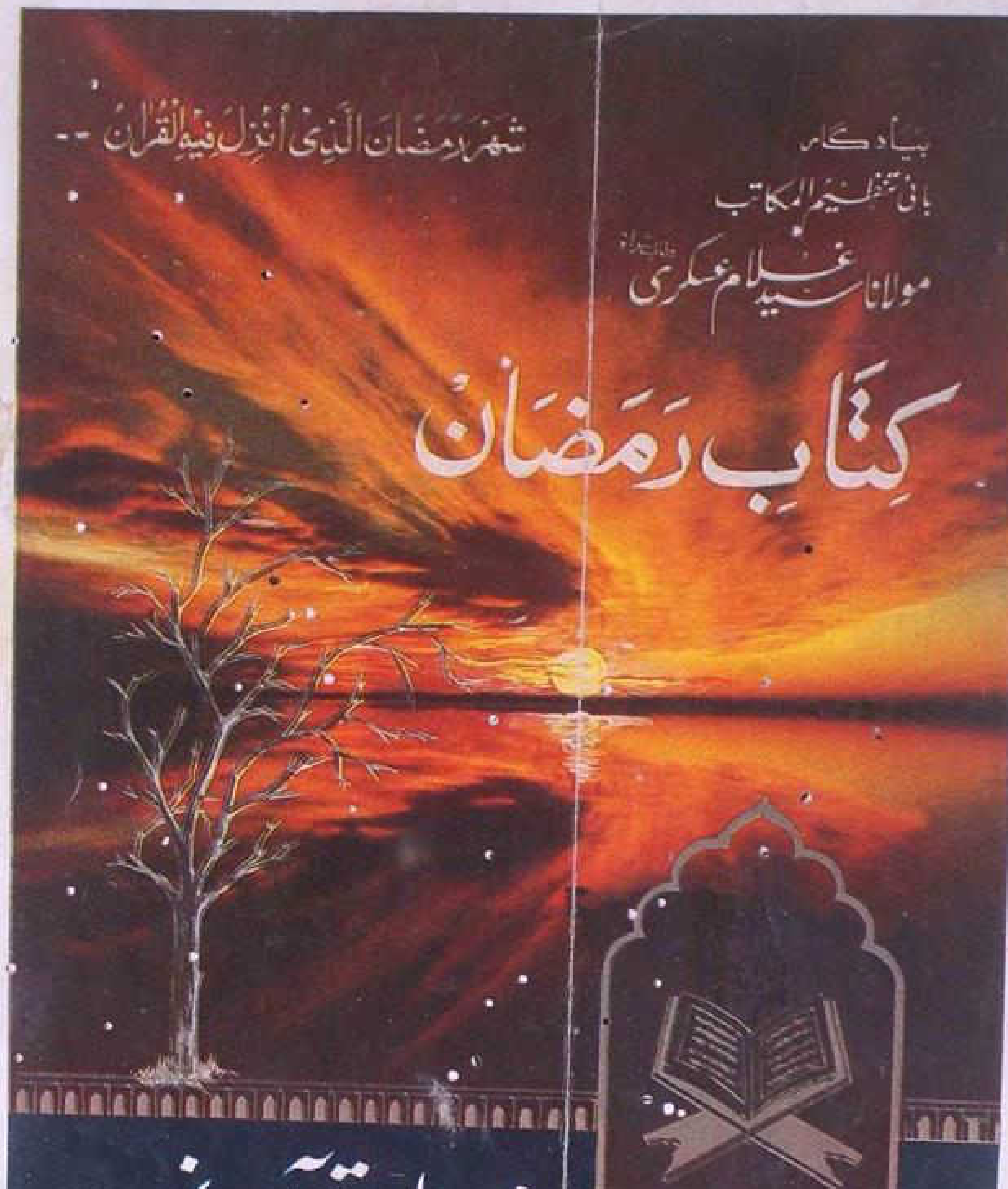


شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن --

بیادگار

بانی تنظیم المکاتب

مولانا سید غلام عسکری (طاب ثراہ)

کتابِ رمضان

نزول قرآن نمبر

تنظیم المکاتب، گولہ گنج لکھنؤ ۱۸ (ہندوستان)

عکسِ اجازہ

آیۃ اللہ العظمیٰ آقائے سیستانی مدظلہ العالی

COPY OF PERMISSION GIVEN BY AYATULLAHILUZMA AQAE SEESTANI

एजाज़ए आयतुल्लाहिल उज़मा आक़ाए सीसतानी

بسمه

سماحة آية الله العظمى السيد علي السيستاني دام ظله الوارف

ان مؤسسة تنظيم المكاتب في الهند التي تشرف على ادارة سبعمائة مدرسة دينية
في طول الهند وعرضها ويدرس في هذه المدارس ثمانية وعشرون الف طالب –
بأمس الحاجة الى اجازتكم لصرف السهم المبارك لبعد وفاة الامام الراحل قدس سره
الذي سمح للمؤسسة بأخذ السهم المبارك من كل اصقاع العالم وصرفها على
هذه المدارس وما يتعلق بها بمقدار ثلاث ملايين روبية ولكن بلغت
المصاريف الى اكثر من ذلك فيرجى من سماحتكم عطفا وشمولكم الاجازة
بمقدار خمسة ملايين روبية سنويا. ولكم جزيل الشكر [illegible] خادم العلماء

السيد ذيشان حيدر الجوادي
رئيس المؤسسة المركزية
١٠ شعبان المعظم ١٤١٣ هـ

بسمه تعالى
اجزناكم تسلم خمسة ملايين روبية سنويا
من سهم الامام عليه السلام وتأمين مصارف
المدارس المذكورة وتعليم الطلاب [illegible]
١٨ / رمضان / ١٤١٦ هـ
علي الحسيني السيستاني

تنظیم المکاتب کو ہند و بیرون ہند سے پچاس لاکھ روپیہ سالانہ سہم امام علیہ السلام لینے اور صرف کرنے کی اجازت ہے

TANZEEMUL MAKATIB INDIA IS PERMITTED TO COLLECT AND TO EXPEND RUPEES FIVE MILLION AS SAHME IMAM A.S. FROM INIDA AND ABROAD

तनज़ीमुल मकातिब को हिन्द व बेरून हिन्द से 50 लाख रुपये सालाना सहमे इमाम अलैहिस्सलाम लेने और ख़र्च करने की इजाज़त है।

شَهرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنزِلَ فِیهِ القُراٰنُ

ترجمہ: رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا

کتابِ رمضان

نزولِ قرآن نمبر

بیادگار

سربراہ تحریک دینداری بانی و حید تنظیم المکاتب خطیب اعظم علامہ سید غلام عسکری طاب ثراہ

یکے از مطبوعات

تنظیم المکاتب

ترتیب کار

سید ذیشان حیدر جوادی

سید کرار حسین واعظ

کتابِ رمضان: ۲۰ جنوری اور ۵ فروری سنہ ۱۹۹۶ء کا مشترکہ شمارہ ہے — !

آئندہ شمارہ: ۲۰ فروری سنہ ۱۹۹۶ء کو شائع ہوگا

مطبوعہ:- نظامی پریس لکھنؤ

قیمت:

فہرست کتاب رمضان ۱۹۹۶ء

باسمہ سبحانہ

بارالٰہا! یہ ماہِ رمضان ہے جو آگیا۔

اے ہمارے پروردگار! اے ماہِ رمضان کے مالک جس میں تو نے وہ قرآن نازل فرمایا جسے ہدایت کی واضح نشانی اور حق و باطل میں فرق کرنے والا قرار دیا۔

خدایا! اس مہینے میں ہمیں برکت عطا فرما۔ روزے اور نماز کی ادائیگی میں ہماری مدد فرما۔ اپنی مکمل اطاعت کی توفیق کے ساتھ ساتھ اپنی معصیت سے بچنے کی طاقت و قوت کا حوصلہ عطا فرما۔ اور ہمارے اعمال کو قبول فرما

اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کے صدقے میں

ہماری اِس قلمی کوشش کو

شرفِ قبولیت عطا کردے

جسے تیرے مہینے اور تیری کتاب سے

منسوب کیا جارہا ہے

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّد

خادمانِ تنظیم

تلاوت قرآن شیطان کو سخت دشوار ہے (امام صادقؑ)

قرآن

حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السّلام کے ایک خطبہ کا ترجمہ

وہ نور ہے جس کی قندیلیں گل نہیں ہوتیں، ایسا چراغ ہے جس کی لو خاموش نہیں ہوتی، ایسا دریا ہے جس کی تھاہ نہیں لگائی جا سکتی، ایسی شاہراہ ہے جس میں راہ پیمائی بے راہ نہیں کرتی، ایسی کرن ہے جس کی چھوٹ مدھم نہیں پڑتی وہ ایسا امتیاز کرنے والا ہے جس کی دلیل کمزور نہیں پڑتی۔ ایسا کھول کر بیان کرنے والا ہے جس کے ستون منہدم نہیں کئے جا سکتے وہ سراسر شفا ہے بیماریوں کا کھٹکا نہیں وہ سرتاسر عزت و غلبہ ہے جس کے یار و مددگار شکست نہیں کھاتے وہ حق ہے جس کے معین و معاون بے مدد چھوڑے نہیں جاتے وہ ایمان کا معدن اور مرکز ہے۔ اس سے علم کے چشمے پھوٹتے ہیں اور دریا بہتے ہیں اس میں عدل کے چمن اور انصاف کے حوض ہیں۔ وہ اسلام کا سنگ بنیاد اور اس کی اساس ہے۔ حق کی وادی اور اس کا ہموار میدان ہے وہ ایسا دریا ہے کہ جسے پانی بھرنے والے ختم نہیں کر سکتے وہ ایسا چشمہ جسے پانی الیچنے والے اسے خشک نہیں کر سکتے۔ وہ ایسا گھاٹ ہے کہ اس پر اترنے والوں سے اس کا پانی گھٹ نہیں سکتا۔ وہ ایسی منزل ہے کہ جس کی راہ میں کوئی راہرو بھٹکتا نہیں وہ ایسا نشان ہے کہ چلنے والے کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتا۔ وہ ایسا ٹیلہ ہے کہ حق کا قصد کرنے والے اس سے آگے گزر نہیں سکتے۔ اللہ نے اسے عالموں کی تشنگی کے لئے سیرابی فقیہوں کے دلوں کے لئے بہار اور نیکوں کی رہ گذر کے لئے شاہراہ قرار دیا ہے یہ ایسی دوا ہے کہ جس سے کوئی مرض نہیں رہتا۔ ایسا نور ہے جس میں تیرگی کا گذر نہیں ایسی رسی ہے کہ جس کے حلقے مضبوط ہیں۔ ایسی چوٹی ہے کہ جس کی پناہ گاہ محفوظ ہے جو اس سے وابستہ ہو اس کے لئے سرمایۂ عزت ہے جو اس کے حدود میں داخل ہو اس کے لئے پیغام صلح و امن ہے جو اس کی پیروی کرے اس کے لئے ہدایت ہے جو اسے اپنی طرف نسبت دے اس کے لئے حجت ہے اس کی رو سے بات کرے اس کے لئے دلیل و برہان ہے جو اس کی بنیاد پر بحث و مناظرہ کرے اس کے لئے گواہ ہے۔ جو اسے حجت بنا کر پیش کرے اس کے لئے فتح و کامرانی ہے، جو اس کا بار اٹھائے یہ اس کا بوجھ بٹانے والا ہے، جو اسے اپنا دستور العمل بنا لے اس کے لئے مرکب ہے، یہ حقیقت شناس کے لئے ایک واضح نشانی ہے جو سلاح بند ہو اس کے لئے سپر ہے جو اس کی ہدایت کو گرہ میں باندھ لے اس کے لئے علم و دانش ہے۔ بیان کرنے والے کے لئے بہترین کلام اور فیصلہ کرنے والے کے لئے قطعی حکم ہے۔

نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۹۶

نزول قرآن نمبر

اداریہ

زمانہ گردش لیل ونہار سے تشکیل پاتا ہے اور لیل ونہار میں ہر رات اپنی آسمانی اور زمینی کیفیت کی بنا پر ایک خصوصیت کی حامل ہے۔ مالک کائنات نے انھیں خصوصیات کی بنا پر اپنی طرف سے نازل ہونے والے ہر صحیفہ اور کتاب کے نزول اور آنیوالے ہر نمائندہ کی ولادت اور ظہور کے لئے ایک وقت معین کیا ہے۔

جو وقت اپنے خصوصیات کے اعتبار سے مناسب ترین وقت تھا لیکن اس کا علم سوائے ذات واجب کے کسی کو نہیں ہے وہ خالق ومالک ہونے کے اعتبار سے اپنی مخلوق کی ہر کیفیت اور خصوصیت سے باخبر ہے اور اس اعتبار سے رو ــــ انتخاب کرتا ہے وہ خود کسی بندے کو ان خصوصیات سے باخبر کردے تو ممکن ہے کہ وہ باخبر ہوجائے ورنہ ان خصوصیات کا ادراک کرنا طاقت بشر سے بالاتر ہے مالک کائنات نے اگر اپنے حبیب کو ربیع الاول کے مہینے میں بھیجا ہے تو شاید اس کی مصلحت یہ تھی کہ یہ وجود مقدس عالم امکان میں پہلی بہار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اگر اپنی آخری حجت کو ماہ شعبان میں پیدا کیا ہے تو شاید اس کی مصلحت یہ تھی کہ شعبان رحمت کے تمام شعبوں پر حاوی ہے اور اس زمانہ میں پروردگار رحمت کے تمام وسائل اپنے بندے کیلئے مہیا کردیتا ہے اور جنت میں جانے کے تمام راستے کھل جاتے ہیں۔

شب وروز کے انھیں خصوصیات نے ایک رات کو شب قدر بنادیا ہے جس رات کو مالک نے تقدیر کائنات کے لئے منتخب کیا ہے اور عالم انسانیت کے مستقبل اور مقدر کا فیصلہ اس رات میں ہوتا ہے اور پھر اس رات کو اس مہینے میں قرار دیا ہے جس کو ماہ مبارک قرار دیکر اپنی طرف منسوب کرلیا ہے اور شہر اللہ ہونیکا شرف دیدیا ہے۔ یہ مہینہ برکتوں کا مہینہ، عظمتوں کا مہینہ، شرافتوں کا مہینہ اور فضیلتوں کا مہینہ ہے جس کا اظہار دعاؤں میں اس انداز سے کیا گیا ہے۔

وھذا شھر عظمتہٗ وکرمتہٗ وشرفتہٗ وفضلتہٗ علی الشھور

چونکہ یہ مہینہ ان خصوصیات وکمالات کا مالک تھا لہٰذا مالک نے اپنے تمام صحیفوں کو اس مہینہ میں نازل فرمایا ہے۔ توریت اس مہینہ کی ۶ تاریخ کو نازل ہوئی، انجیل اس مہینے کی ۱۳ تاریخ کو نازل ہوئی ہے، زبور کا نزول اس مہینے کی ۱۸ تاریخ کو ہوا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ یہ مہینہ اپنی برکتوں کے اعتبار سے اس بات کا حقدار تھا کہ پیغام اس مہینے میں نازل کیا جائے اور اس کے شب و روز اس امر کے لئے انتہائی مناسب اور سازگار تھے۔ لیکن مسئلہ یہ پیدا ہوتا کہ اب قرآن کریم کس تاریخ کو نازل کیا جائے۔

اگر ایسا کرنا قاعدہ تھا ہر کتاب میں دوسری کتاب کے نزول کی تاریخ سے چھ روز کا فاصلہ رکھا جائے تو قرآن کا نزول ۲۴، ۲۵ ماہ رمضان کو ہونا چاہیے تھا۔ لیکن چونکہ اس مہینہ میں ایک رات شب قدر تھی جسے پروردگار نے تقدیر کائنات کے لئے مقرر کیا تھا اور اس رات میں تقدیر کائنات کا فیصلہ ہوتا تھا لہٰذا اس نے قرآن جیسے تقدیر ساز پیغام کو اس رات میں نازل کردیا جسے شب قدر بھی کہا گیا ہے اور لیلۃ مبارکہ بھی اور جس کا انتخاب سے یہ بات ختم ہوجاتی ہے کہ یہ کتاب انسانیت کی مقدر ساز ہے اور اس میں عالم انسانیت کے مستقبل کا فیصلہ

کیا جا سکتا ہے۔

اسی رات میں ملائکہ اور روح کا نزول ہوتا ہے اور اس رات میں قرآن حکیم نازل ہوا ہے عالم اسلام کے لیے اس سے عظیم تر کوئی رات نہیں ہے کہ سال کے مختلف روز و شب میں آنیوالے تمام نمائندگان پروردگار اولیاء الہٰی اس کتاب کے مفسر و مبلغ و محافظ اور داعی تھے اور سب کی ساعی کا حاصل اسی کتاب پر عمل درآمد کرانا تھا یہ ابدی پیغام نہ ہوتا تو مرسل اعظمؐ کی حیات کا کوئی مفہوم نہ ہوتا۔ رسالت پیغمبری ہے اور پیغمبری پیغام کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

• یہ کتاب نہ ہوتی تو سلسلہ امامت کی ضرورت کا احساس نہ ہوتا یہ احساس اس کتاب کی تفہیم سے پیدا ہوتا ہے کہ اگر عترت اور اہلبیتؑ نہ ہوتے تو ہر کتاب کا مکمل طور سے سمجھنے اور سمجھانے والا کوئی نہ ہوتا۔

الفاظ کتاب کے معانی معلوم ہو جاتے ظاہر کتاب سے احکام کا استنباط ہو جاتا اور دنیا کا ظاہری کاروبار چل جاتا لیکن عالم انسانیت کے کل مسائل کا تعلق صرف چند ظاہری احکام سے نہیں ہے کہ اس کا استنباط ظواہر قرآن سے کر لیا جائے۔ عالم انسانیت کے مسائل آفاقی اور ہیں اور ان کے حل کے لیے قرآن کریم کے مفاہیم کے آفاقیت کا ادراک بھی ضروری ہے اور اس کی گہرائیوں تک رسائی بھی لازم ہے۔ اس کام کے لیے اہل زبان ونہیں بلکہ راسخون فی العلم کی ضرورت ہے جو ان حقائق کا مکمل ادراک کر سکیں اور پھر عالم انسانیت کی مکمل رہنمائی کا کام انجام دے سکیں کہ دونوں سے تمسک انسان کی نجات کی ضمانت دیدے اور دونوں میں ایسی یگانگت اور یکسانیت ہو کہ حوض کوثر سے پہلے جدا نہ ہونے پائیں اور حوض کوثر پر ایک ساتھ رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوں جہاں تمسک کرنیوالے حوض کوثر پر آب زلال سے سیراب ہوں اور انکار کرنیوالے تفرقہ پیدا کرنیوالے جانوروں کی طرح ہنکا دیے جائیں۔

شب نزول قرآن عالم انسانیت و عالم اسلام کے لیے شب عید ہے بلکہ شب عید سے بالاتر ہے کہ شب عید مادی خوشیوں کا پیغام لیکر آتی ہے اور شب نزول قرآن تقدیر سازی کا پیغام لے کر آتی ہے جس سے انسان کی روحانی اور معنوی زندگی وابستہ ہے۔ اور جس کے سہارے انسان ساحل نجات تک پہونچ سکتا ہے مالک کائنات نے اس شب کو اسطرح صیغۂ راز میں رکھا ہے جس طرح قرآن مجید کے حقائق و معارف الفاظ کے پردے میں چھپائیں ہیں اور ان کا ادراک ہر کس و ناکس کے بس کا کام نہیں ہے۔

اس پردہ پوشی کا ایک راز یہ بھی ہو سکتا ہے شب قدر سے استفادہ کی کوشش کر سکے اور اسطرح چند راتیں تلاوت اور یاد قرآن میں گذر جائیں کہ اس سے زندگی کی برکتوں میں بے پناہ اضافہ ہو سکتا ہے اور انسان اس رات برکات سے مستفیذ ہو سکتا ہے جسے ہزار راتوں سے نہیں ہزار مہینوں سے بہتر بنایا گیا ہے۔

اگر بعض روایات میں ہزار مہینوں سے ایک قوم کے دور حکومت و اقتدار کی مدت کی طرف اشارہ مراد لیا گیا ہے تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ مسلمان ہزار مہینوں کی حکومت و اقتدار سے قائل کر سکتا ہے۔ اس سے زیادہ ایک رات کی یاد قرآن سے حاصل کر سکتا ہے کہ مسلمان کی زندگی کی برکتیں یاد قرآن سے وابستہ ہیں۔ قدرت اقتدار سے نہیں۔

حکومت و اقتدار تو فاسق فاجر اور کافر افراد کے ہاتھ میں بھی آسکتی ہے لیکن قرآن کی یاد ہر دل میں نہیں سما سکتی ہے۔ اے رب کریم تو وحی منزل بذکر قلب رسول اکرمؐ“ نازل کیا ہے اور پھر ”آیات بینات“ کی شکل دیگران کے سینوں میں جمع کر دیا

قرآن کا ظاہر خوبصورت اور باطن گہرا اور عمیق ہے (مولائے علیؑ)

ہے جنھیں علم دیکر دنیا میں بھیجا گیا ہے، اور جن کی حیثیت رَاسِخُونَ فِی الْعِلْمِ کی ہے جن سے بالاتر صاحب علم اور دانستہ رموز کتاب کوئی نہیں ہے اور جن کے بغیر اسرار تنزیل اور حقائق تاویل کا ادراک ممکن ہے یہ عالم اسلام کا عظیم ترین مہینہ ہے کہ جس پروردگار نے برکتوں کے نزول، رحمتوں کے ورود اور قرآن حکیم کے لوح محفوظ سے قلب رسالت کی طرف سفر کی رات قرار دیا تھا جس رات سے زیادہ رحمت انگیز کوئی رات نہیں ہے اور جس رات سے بالاتر تقدیر ساز کوئی ساعت نہ تھی ـــ بعض ناعاقبت اندیش ضمیر فروش اور بے دین نے انتہائی رنج و غم مصیبت اندوہ کی رات بنا دیا اور جس رات میں کل رحمتوں کا نزول ہوا ہے سنہ ۴۰ھ میں اسی رات میں زمین کی ساری برکتیں عالم بالا کی طرف جاری تھیں او رقرآن صامت کے نزول کی رات قرآن ناطق کے عروج کی رات قرار پا رہی تھی وہ شب قدر ہی کی ایک ساعت تھی جس میں اللہ کے ایک نیک بندہ کو ٹھیک حالت سجدہ میں زخمی کیا جا رہا تھا اور وہ شب قدر ہی کی ایک احتمالی رات تھی حبیب اللہ کا بندۂ صالح، رسولؐ کا بھائی اور وزیر۔ قرآن کا مفسر۔ اسلام کا مبلغ۔ امت کا رہنما۔ کعبہ کا مکیں۔ دین کا ذمہ دار اور قانون الٰہی کا محافظ زمین سے آسمان کا متعدی سفر کر رہا تھا اور زمین اسکے خیرات و برکات سے محروم ہو رہی تھی۔

یتیموں کے سروں پر گرد یتیمی تھی۔ بیوائیں بے سہارا ہو رہی تھیں امت ایک رہنما سے محروم ہو رہی تھی اور کعبہ اپنے مولود کے غم میں بے چین و بیقرار تھا۔ رسول اکرمؐ عالم قدس میں نالہ کناں تھے اور روح سیدہ فریاد کر رہی تھی فضا میں ہر طرف سناٹا تھا۔ نمازی انگشت بدنداں اور سر گریباں تھے۔ فضا میں ایک قیامت خیز سکوت طاری تھا صرف ایک ہی آواز گونج رہی تھی اور بس فزت و رب الکعبہ۔ پروردگار گواہ ہے علی کامیاب ہو گیا۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

سید ذیشان حیدر جوادی

ماہ رمضان المبارک ـــ ایک تعارف

ماہ رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید نے اپنے نزول کے ساتھ کیا ہے کہ اس مہینہ میں وہ قرآن نازل کیا گیا ہے جس میں ہدایت کی واضح نشانیاں اور حق و باطل میں تفرقہ کے نمایاں نشانات پائے جاتے ہیں۔ اس مہینہ میں وہ ایک رات بھی آتی ہے جسے شب قدر یا شب مبارک کہا گیا ہے اور اسے ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔

سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ماہ شعبان کے آخری جمعہ کے خطبہ میں اس مہینہ کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا تھا ایہا الناس، تمہاری طرف اللہ کا مہینہ برکت رحمت اور مغفرت کا پیغام لیکر آرہا ہے یہ وہ مہینہ ہے جو اللہ کے نزدیک تمام مہینوں سے بہتر ہے۔ اس کے روز تمام دنوں سے بہتر اور اس کی راتیں تمام راتوں سے بہتر ہیں۔ اس کی ہر ساعت تمام ساعتوں سے بہتر ہے اور تمہیں اس مہینہ میں اللہ کی مہمانی میں مدعو کیا گیا ہے اور تمہیں اس کرامت سے نواز گیا ہے۔ اس مہینہ میں تمہاری ہر سانس تسبیح ہے۔ اور تمہاری ہر نیند عبادت ہے۔ تمہارا ہر عمل مقبول ہے اور تمہاری ہر دعا مستجاب۔ شرط یہ ہے کہ خدا سے سچی نیت اور پاکیزہ دل کے ساتھ یہ دعا کرو کہ وہ تمہیں روزہ اور تلاوت قرآن کی توفیق دے کہ جو شخص اس مہینہ میں مغفرت سے محروم ہو گیا اس سے زیادہ بدبخت کوئی نہیں ہے دیکھو اپنی بھوک اور پیاس سے قیامت کی بھوک اور پیاس کو یاد کرو۔ اور آخرت سازی کا کام انجام دو۔

اس مہینہ کو تاریخی اعتبار سے بھی بہت سے امتیازات حاصل ہیں جو دوسرے مہینوں کو حاصل نہیں ہیں۔

نزول توریت

اس مہینے کی چھٹی تاریخ کو توریت نازل ہوئی ہے جسے پروردگار نے جناب موسیٰؑ کو تختیوں کی شکل میں عنایت فرمایا تھا اور جس کے لینے کے لئے جناب موسیٰؑ کو کوہِ طور پر جاکر خدا کا مہمان رہنا پڑا اور مسلسل عبادات میں اوقات گذارنا پڑے۔ لیکن جس پیغام الٰہی کا بروقت انجام یہ ہوا کہ جناب موسیٰؑ کے واپس آنے تک قوم گمراہ ہو چکی تھی اور جناب ہارونؑ کی مسلسل ہدایت کے باوجود حق و باطل میں امتیاز کے لئے تیار نہ تھی۔

ظاہر ہے کہ جو قوم کتاب آنے کے پہلے اسطرح گمراہ ہو جائے وہ کتاب سے کیا استفادہ کر سکتی ہے اور اسکے احکام پر کیا عمل کر سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے قوم یہود کو تورات پر عمل نہ کرنے کی بنا پر حمار سے تعبیر کیا ہے جس پر کتابیں لاد دی جاتی ہیں۔ لیکن اس میں اس بار کے اٹھانے کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے۔

نزول انجیل

اس مہینے کی ۱۳ر تاریخ کو انجیل کا نزول ہوا ہے جس کا علم جناب عیسیٰؑ اپنے ساتھ لیکر آئے تھے اور گہوارہ ہی سے اعلان کر دیا تھا کہ پروردگار نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور نبوت سے سرفراز کیا ہے لیکن جس قوم نے جناب عیسیٰؑ کے اعلان بندگی کی قدر نہ کی اور

رمضان میں اپنے اخلاق کو درست کرنیوالا پل صراط سے بآسانی گذر جائیگا (رسول اکرمؐ)

انھیں فرزند خدا بنا دیا۔ وہ ان کی کتاب کا کیا احترام کرے گی نتیجہ یہ ہوا کہ جناب عیسیٰؑ حکم پروردگار سے آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے اور قوم کے پاس انجیل باقی نہ رہ سکی اور ان کے شاگردوں نے اپنے اپنے ذوق سے مختلف انجیل تیار کر کے ان کی طرف منسوب کر دی اور اصل انجیل صفحۂ ہستی سے معدوم ہو گئی۔

نزول زبور

اس مہینے کی اٹھارہ تاریخ کو زبور کا نزول ہوا ہے۔ جسے پروردگار نے جناب داؤدؑ کو عنایت فرمایا تھا اور اس میں یہ بھی درج کر دیا تھا کہ اس دنیا کا آخری انجام اللہ کے نیک بندوں کے ہاتھوں میں ہے اور وہ اپنے نیک بندوں کو ساری زمین کا وارث ضرور بنائے گا۔ زبور عمومی اعتبار سے تعلیمات اور احکام کی کتاب نہیں ہے بلکہ اس میں زیادہ تر دعاؤں اور اوراد کا تذکرہ ملتا ہے۔ جنھیں جناب داؤدؑ اپنے مخصوص انداز میں پڑھا کرتے تھے اور ان کی آواز سن کر جانور تک جمع ہو جاتے تھے جسے آج تک لحن داؤدی سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن اس کا دور حاضر کے گانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے گانوں کو سن کر شریف انسان جمع نہیں ہوتے ہیں تو جانور کا کیا ذکر ہے جناب داؤدؑ کا مخصوص لحن اور کلام اللہ کی مخصوص کشش تھی کہ اسکو سننے کیلئے تمام مخلوقات جمع ہو جاتی تھیں۔

جناب داؤدؑ کی کتاب کی اس خصوصیت کی بنا پر امام زین العابدینؑ کے صحیفۂ سجادیہ کو زبور آل محمدؐ سے تعبیر کیا گیا ہے کہ اسکی دعاؤں کی بلاغت زبور جناب داؤدؑ سے زیادہ نظر آتی ہے

نزول قرآن

اس مہینے کی اس بابرکت رات میں جسے شب قدر سے تعبیر کیا جاتا ہے قرآن مجید کا نزول ہوا ہے اور پروردگار نے اسکے نزول کیلئے اس رات کا انتخاب اسلئے کیا ہے کہ یہ رات بندوں کے مقدرات طے کرنے کی رات ہے اور قرآن مجید ایک مقدر ساز صحیفہ بن کر نازل ہوا ہے۔ لہذا پروردگار نے اسے ایک تقدیر ساز رات میں نازل کیا ہے قرآن مجید کا امتیاز یہ ہے کہ وہ اپنی اصلی شکل میں آج تک باقی ہے اور اس میں کسی طرح کی تحریف ترمیم نہیں ہو سکی ہے۔ امت اسلامیہ نے اس کے الفاظ اور کلمات کے تحفظ پر بھی زور دیا ہے اور نظم و نسق کی حفاظت پر بھی۔ اور سب سے بالاتر یہ ہے کہ پروردگار نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے اور

"وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے"

وفات جناب خدیجہؑ

آسمانی کتابوں کے نزول کے علاوہ اس ماہ کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس کی دس تاریخ کو اس عظیم خاتون کا انتقال ہوا ہے جسے پروردگار نے اپنے پیغمبرؐ کو غنی بنانے کا ذریعہ قرار دیا تھا۔ اور جسے ساری امت میں سب سے پہلے اسلام و ایمان کے اظہار کا شرف حاصل ہوا ہے جناب خدیجہ ملیکۃ العرب بھی تھیں اور سرکار دو عالمؐ کی پہلی شریک حیات بھی آپ کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ آپ کی زندگی میں سرکار دو عالمؐ نے کوئی عقد نہیں فرمایا ہے اور نہ کسی کو آپ کی محبت کا شریک قرار دیا ہے۔

آپنے رسم و رواج کے سارے بتوں کو توڑ کر خود سرکار دو عالمؐ کو عقد کا پیغام دیا تھا تاکہ کوئی بدبخت سرکار پر طمع دنیا کا الزام نہ لگا سکے اور پھر آپنے ان سے پہلے کے تمام پیغامات کو ٹھکرا کر سرکار دو عالمؐ کا انتخاب کیا تھا تاکہ اصل دنیا کی وجاہت اور سرکار دو عالمؐ کی عظمت کا فرق واضح ہو سکے۔ شادی کے وقت آپ کی عمر صرف ۲۳ سے ۲۸ سال کے درمیان تھی جسے مسلمان مؤرخین نے چالیس سال بنا دیا ہے۔ اور اس پر متعدد شادیوں کا افسانہ بھی شامل کر دیا ہے۔ صرف اسلئے کہ آپ کو بیوہ اور ضعیف ثابت کیا جا سکے اور اس طرح آپ کا مرتبہ کچھ ہلکا بنایا جا سکے۔ حالانکہ سرکار دو عالمؐ کا آپ کی زندگی میں دوسرا عقد نہ کرنا اور مرنے کے بعد بھی مسلسل آپ کو یاد کرنا آپ کی عظمت کردار کیلئے بہت کافی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ خدیجہ کی عمر چالیس سال قرار دینے کا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح سرکارؐ پر خواہش پرستی کا الزام نہ لگ سکے گا۔ اور یہ کہنا آسان ہوگا کہ آپنے پچیس سال کی عمر میں چالیس سال کی عورت سے عقد کیا ہے۔ لیکن یہ بات اس وقت کار آمد ہو سکتی

روزہ بھوکے پیاسے رہنے کیلئے نہیں کردار سنبھالنے کے لئے ہے۔

جو رمضان میں یتیم کو عزت کی نگاہ سے دیکھے گا خدا اسکو قیامت میں عزت کی نگاہ سے دیکھے گا (رسول اسلامؐ)

ہے کہ جب حضرت عائشہ کی عمر وقت عقد ۶،۷ سال نہ بیان کی جائے ورنہ یہ الزام اور پختہ ہو جائیگا کہ پیغمبر اسلامؐ نے پچاس سال کی عمر میں چھ سال کی بچی سے عقد کیا ہے اور یہ خواہش پرستی کی بدترین مثال ہے۔؟

ولادت امام حسنؑ

اس مہینہ کی ۱۵ ر تاریخ کو ۳ھ میں امام حسنؑ کی ولادت باسعادت ہوئی ہے جن کو رسول اکرمؐ نے اپنا پھول اور جوانان جنت کا سردار قرار دیا تھا۔ امام حسنؑ صدیقہ طاہرہؑ اور مولائے کائنات کے پہلے فرزند تھے اور پروردگار نے مختلف مقامات پر اس اولیت کے شرف کو باقی رکھا ہے چنانچہ چادر تطہیر میں وارد ہونیوالوں میں بھی آپ کو اولیت کا شرف حاصل ہے اور میدان مباہلہ میں جانے والوں میں بھی آپ سب سے آگے آگے تھے قدرت نے آپ کو بے شمار فضائل و مناقب سے نوازا تھا اور سرکار دو عالمؐ نے آپ کی ناز برداری کرنے کے لئے ناقہ کا انداز اختیار کر لیا تھا عید کے موقع پر آپ کا لباس جنت سے آیا تھا اور سورہ دہر کے نزول میں آپ کی بیماری اور آپ کے اطعام کا بھی دخل ہے۔

آپ نے ۴۱ھ میں مولائے کائنات کی شہادت کے بعد پیغمبر اسلامؐ کی سیرت کے مطابق دشمن سے صلح فرمائی ہے اور آخر حیات تک اپنے عہد کی پاسداری کی ہے۔ بنی امیہ کے سربراہ معاویہ نے عہد صلح کی مخالفت بھی کی ہے اور آپ پر طرح طرح کے الزامات بھی لگائے ہیں۔ جن میں ایک تعدد ازدواج کا افسانہ بھی ہے جس کی تاریخ بنی امیہ کے تنخواہ داروں نے پچھتر سے شروع کر کے تین سو پچاس تک پہونچا دی ہے یہ اور بات ہے کہ ان عورتوں کے نام بتانے سے بھی قاصر رہے ہیں۔ شجرہ نسب کردار اور مہر و نفقہ کا کیا ذکر ہے لیکن خدا کا شکر ہے اس طویل و عریض افسانہ کے ذیل میں بھی یہ خبر سننے میں نہیں آتی ہے کہ امام حسنؑ نے کسی کا مہر ادا نہیں کیا ہے یا کسی نے آپ کے خلاف نفقہ کا مقدمہ دائر کیا ہے۔ یہ پاکیزگی کردار کی بہترین مثال ہے اور جس کا جواب لانا ناممکن ہے۔

شہادت مولائے کائناتؑ

اس مہینہ کی ۱۹ ر تاریخ کی صبح کو مسجد کوفہ میں عین حالت سجدہ میں کائنات کے امیر کو زخمی کیا گیا اور سر مبارک پر تلوار کا وہ بھرپور وار کیا گیا جس سے مغز سر بھی دو پارہ ہو گیا یہ اور بات ہے کہ اس کے بعد بھی ارشاد فرماتے رہے کہ جو دریافت کرنا ہے دریافت کر لو۔ کہ اللہ والوں کے دماغ پر نہ تلوار کا اثر ہوتا ہے اور نہ بخار کا ــــ وہ اور لوگ ہیں جن کا دماغ بہک جایا کرتا ہے اللہ والے عقل مجسم ہوتے ہیں ان کی عقلوں پر حالات زمانہ کا اثر نہیں ہوتا ہے۔

اس شب میں مولائے کائناتؑ اپنی دختر نیک اختر جناب ام کلثومؑ کے یہاں مدعو تھے اور افطار کے بعد تمام رات مسلسل آسمان کی طرف دیکھتے رہے اور یہ فرماتے رہے کہ یہی وہ رات ہے کہ جس کی سرکار دو عالمؐ نے خبر دی ہے اور پھر صبح کے وقت مسجد میں جا کر خود ہی اذان بھی دی کہ اذان کوئی حقیر عبادت یا معمولی پیشہ نہیں ہے یہ دین خدا کی دعوت اور اسلام کی نقابت ہے جس کا واقعی شرف ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتا ہے۔

ابن ملجم کی تلوار سے زخمی ہونے کے بعد مولائے کائنات بیت الشرف میں تشریف لائے اور دو دن تک مسلسل زہر کے اثر سے متاثر رہے۔ اکیسویں رات میں ایک تفصیلی وصیت فرمائی۔ جس میں احکام اسلامی پر زور دیا نماز۔ روزہ۔ حج بیت اللہ۔ تلاوت قرآن۔ حق ہمسایہ۔ نصرت مظلوم کی دعوت دی اور صبح ہوتے ہوتے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے وہ رات جس میں قرآن صامت اُدھر سے اِدھر آیا تھا

(بقیہ ص۳۱ پر)

بے سہاروں کو سہارا دو تاکہ قیامت میں بے سہارا نہ رہو۔

• — السید ذیشان حیدر جوادی

الفاظ قرآن اور اُن کے استعمالات

یہ بات زبان زد خاص و عام بھی ہے اور اسی ہر مسلمان کا عقیدہ بھی ہے کہ قرآن مجید ایک ایسی جامع اور ہمہ گیر کتاب ہے جس میں دنیا کے تمام مسائل کا حل موجود ہے اور مالک نے اسمیں تمام خشک و تر کو جمع کر دیا ہے۔

ظاہر ہے کہ چھ ہزار آیات کی مختصر سی کتاب میں زندگی کے جملہ مسائل اور قیامت تک پیدا ہونے والے مسائل کا تفصیلی حل بیان کر دیا جائے یہ ایک ناممکن امر ہے۔ اس کام کے لئے ایسی سیکڑوں جلدوں کی ضرورت ہے۔ لیکن رب العالمین نے اس مختصر کتاب میں تمام اشارات جمع کر دیئے ہیں اور تفصیلات کو راسخون فی العلم کے حوالے کر دیا ہے۔

قرآن مجید کی اس جامعیت کا ایک راز یہ بھی ہے کہ اس کے معانی تہہ بہ تہہ ہیں اور ایک ایک لفظ کے اندر ... معانی کے اشارات سمو دیئے گئے ہیں اور دوسری طرف ایک ایک لفظ کو متعدد معانی میں استعمال کیا گیا ہے۔ جس کے بعد راسخون فی العلم کی ضرورت کا احساس شدید تر ہو جاتا ہے اور انسان یہ بات بآسانی محسوس کر لیتا ہے کہ فہم قرآن میں غلطی کی ایک بڑی بنیاد ان مسائل سے غفلت ہے۔ بعض افراد صرف ایک ہی معانی پر اکتفا کر لیتے ہیں اور انھیں دیگر معانی اور بطون کا احساس بھی نہیں ہوتا اور بعض افراد تمام مقامات پر استعمال ہونے والے ایک ہی لفظ کو ایک ہی معنی میں تصور کرتے ہیں اور اس طرح عظیم غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اسی نکتہ کو پیش نظر رکھکر علماء اسلام نے "الوجوہ والنظائر" "الاشباہ والنظائر" کے نام سے متعدد کتابیں تالیف کیں جن کا موضوع یہ تھا کہ قرآن مجید میں ایک ہی لفظ کتنے معانی میں استعمال ہوا ہے اور اس کا محل استعمال کہاں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس مسئلہ میں بھی متعدد اشتباہات ہوئے ہیں اور جس نے جس لفظ کے جو معنی خود طے کر لئے ہیں۔ اس آیت کا اسی معنی کے ذیل میں حوالہ دیا ہے چاہے وہ بات صحیح ہو یا نہ ہو۔

سردست میرے پیش نظر اس موضوع کی بھی ایک کتاب ہے جسے مفسر حسین بن محمد افغانی نے مرتب کیا ہے اور درحقیقت اسے مقاتل بن سلیمان کی کتاب سے اخذ کیا ہے اور اس میں بیشمار اختلافات فرمائے ہیں اور اس کے علاوہ علامہ عبد العزیز سید الاہلی نے اس کی تصحیح و تحقیق کا کام انجام دیا ہے اور کتاب کو بہترین شکل میں پیش کرنے کا شرف حاصل کیا ہے ـــــ لیکن افسوس کہ دونوں ہی افراد تشریح کلمات میں اپنے ذاتی عقائد سے آگے نہ بڑھ سکے اور ایک لفظ کے متعدد معانی کے ذیل میں جن آیات کا حوالہ دیا ہے ان کا مفہوم بھی اپنے ہی عقیدہ سے طے کیا ہے۔ مثال کے

قرآن اندھیروں کا چراغ ہے۔ (امام صادقؑ)

طور پر پہلے ہی صفحہ پر لفظ "اب" کے معنی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے یہ ذکر کیا ہے کہ اس کے ایک معنی باپ کے ہیں اور اس کے بعد اسکی مثال آذر کے لئے استعمال ہونے والے لفظ "اب" سے دی ہے کہ مؤلف کی نگاہ میں نبی کے آباء و اجداد کا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے اور نبی کا باپ کافر اور بت پرست بھی ہو سکتا ہے۔ ورنہ اگر موصوف صحیح اسلامی عقیدہ سے باخبر ہوتے تو اس آیت کو دو سطریں پہلے نقل کرتے جہاں "اب" کے معنی چچا کے نقل کئے تھے اور جناب اسماعیل اور یعقوب کی مثال دی تھی کہ اسماعیلؑ یعقوبؑ کے باپ نہیں تھے بلکہ چچا تھے لیکن قرآن نے انھیں لفظ "اب" سے یاد کیا ہے۔

میرے اس مقالہ کا مقصد ناظرین کرام کو اس حقیقت سے باخبر کرنا ہے کہ قرآن مجید میں ایک ایک لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے اور اس کے مفہوم کی تعیین میں صرف کسی معنی کا جاننا اور اس سے باخبر ہونا کافی نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ انسان پہلے جملہ معانی سے واقفیت حاصل کرے۔ اس کے بعد شان نزول یا قرائن کے سہارے یہ طے کرے کہ اس مقام پر کون سے معنی مراد لئے گئے ہیں۔

موضوع اردو زبان کے اعتبار سے تقریبًا نیا ہے اور تفصیلی مقالہ کے لئے کئی صفحات کی ضرورت ہے لہٰذا اجمالی طور پر صرف ہر حرف کے ذیل میں دو چار مثالیں اور معانی کے ذیل میں صرف معانی کے عدد کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد تفاصیل کے طلبگار افراد کو مفصل کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑے گا یا کسی صاحب توفیق کے حق میں دعا کرنا پڑے گی کہ رب کریم اسے اس موضوع پر کتاب شائع کرنے کا شرف عطا کر دے تاکہ اردو داں طبقہ میں فہم قرآن کا ایک نیا دروازہ کھل جائے۔

موضوع کی تفصیل کا تذکرہ حروف ابجد کے اعتبار سے کیا جا رہا ہے اور معانی کے ذیل میں یا صرف عدد یا صرف معانی کا تذکرہ کیا جائیگا۔ آیات کے حوالہ کی سر دست گنجائش نہیں ہے۔

اب :۔ یہ لفظ تین معنوں میں استعمال ہوا ہے۔
باپ۔ چچا۔ دادا۔

اتی :۔ اس کے سترہ معانی ہیں۔ قریب ہونا۔ نازل ہونا۔ قلع قمع کر دینا۔ عذاب۔ ہنکانا۔ جماع۔ عمل خلق۔ اقرار۔ آنا۔ ظاہر ہونا۔ داخل ہونا۔ گذر جانا۔ ارسال کرنا۔ ناگہانی طور پر عمل کرنا۔ نازل ہونا۔

اثم۔ اس کے چار معنی ہیں۔ شرک۔ معصیت۔ غلطی۔ مغالطہ۔

اجر۔ مہر۔ ثواب۔ انعام۔ اجرت۔ رضاعت۔

اجل۔ موت۔ شرط۔ ہلاکت۔ عذاب۔ عدہ

احد۔ نبی۔ بلال۔ یملیخا۔ زید بن حارثہ۔ دقیانوس ساقی بادشاہ مصر

اخذ۔ قبول۔ حبس۔ عذاب۔ قتل۔ اسیری۔

آخرۃ۔ قیامت۔ جنت۔ آخر۔ قبر۔ جہنم

اخ۔ بھائی۔ برادری۔ دینی برادر۔ اسلامی برادر نسبی برادر۔ ساتھی۔ شبیہ

اذن۔ سماع۔ نداء۔ ارادہ۔ امر۔

اذی۔ حرام۔ شدت۔ شتم۔ بہتان۔ عصیان تخلف۔ احسان۔ عذاب۔ اذیت قلب۔

ارض۔ جنت۔ بیت المقدس۔ مدینہ۔ مکہ۔ مصر

قرآن سے بیر سب سے بڑا اندھیرا ہے۔

ہر روز پچاس قرآنی آیتیں ضرور پڑھو (امام صادقؑ)

ارضِ اسلام ۔ قبر ۔ زمین حشر ۔ قلب ۔ صحن مسجد
مقدم ۔
اسف ــ حزن ۔ غضب ۔
افک ــ کذب ۔ عبادۃ الاصنام ۔ بہتان ۔
جادو ۔
اکل ــ کھانا ۔ جلانا ۔ نگلنا ۔ تباہ کر دینا ۔
پھاڑ ڈالنا ۔ غصب کر لینا ۔ فائدہ اٹھانا ۔ روزی ۔
امر ــ توحید ۔ تصدیق و تکذیب ۔ دین ۔ قول ۔
عذاب ۔ عیسیٰ ۔ فتح مکہ ۔ قیامت ۔ قضاء ۔ وحی ۔
گناہ ۔ مدد ۔ فضل ۔ فرق ۔ کثرت ۔ حکم ۔
اُم ــ اصل ۔ والدہ ۔ مرضعہ ۔ ازواج النبیؐ ۔
امۃ ــ جماعت ۔ ملت ۔ زمانہ ۔ قوم ۔ امام ۔
گذشتہ اقوام ۔ امت پیغمبرؐ اسلام ۔ کفار ۔ مخلوقات ۔
امام ــ قائد ۔ کتاب ۔ لوح محفوظ ۔ توراۃ ۔ واضح راستہ
امی ــ عرب ۔ یہود ۔ ان پڑھ ۔
امانت ــ فرائض ۔ امانت ۔ عفت ۔
انس ــ آدمؑ ۔ اولاد آدمؑ ۔ ہشام بن مغیرہ ۔ قرظ بن
عبداللہ ۔ ابوجہل ۔ نضر بن الحارث ۔
برصیصہ ۔ بن ورقاء ۔ اخنس بن شریق ۔
رسید بن خلف ۔ کلاہ بن رسید ۔ عقبہ بن الولید ۔
عتبہ بن ابی لہب ۔ عاص بن ربیعہ ۔ سعد بن ابی وقاص
عبدالرحمن ۔ عتبہ بن ربیعہ ۔ اُبی بن خلف ۔ امیہ بن خلف
اھل ــ ساکن ۔ قاری ۔ اصحاب ۔ زوجہ و اولاد
قوم و قبیلہ ۔ مستحق ۔
آل ــ قوم ۔ اہلبیت ۔ ورثہ ۔
تاویل ــ ملک ۔ عاقبت ۔ تعبیر خواب ۔
تحقیق ۔

آیت ــ علامت ۔ آیات قرآن ۔ معجزات ۔ عبرت ۔
کتاب ۔ امر و نہی ۔
باس ــ عذاب ۔ فقر ۔ قتال ۔
بخس ــ حرام ۔ نقصان ۔
برج ــ ستارہ ۔ قصر ۔ زینت ۔
بر ــ صلہ رحم ۔ اطاعت ۔ تقویٰ ۔
بسط ــ ضرب ۔ وسعت ۔ فتح ۔ عہد ۔ فضل
بطش ــ عذاب ۔ قوت
بعث ــ الہام ۔ احیاء ۔ بیداری ۔ مسلط کرنا ۔
ارسال ۔ بیان ۔ نشور قبر ۔
بعل ــ شوہر ۔ صنم
بغی ــ معصیت ۔ حسد ۔ زنا ۔ ظلم ۔
بلاء ــ نعمت ۔ امتحان ۔
بہت ــ زنا ۔ کذب ۔ مال حرام ۔ خسارہ ۔
باب ــ منزل ۔ راستہ ۔ دروازہ ۔ آغاز کار ۔
بیت ــ منزل ۔ مسجد ۔ سفینہ ۔ منزل جنت ۔ حجر ۔
زندان ۔ آشیانہ ۔ خیمہ ۔ غار ۔ ملک ۔ خوان ۔
اتباع ــ صحبت ۔ اقتدار ۔ اختیار ۔ عمل ۔ نماز ۔
استقامہ ۔ اطاعت ۔
تلاوت ــ نزول ۔ اتباع ۔ کتابت ۔ قرأت ۔
توبہ ــ ندامت ۔ درگذر ۔ رجوع ۔
ثقف ــ پانا ۔ غالب آنا ۔ قیدی بنانا ۔
ثقل ــ زاد راہ ۔ خزانہ ۔ شدت ۔ رجحان ۔
بارگراں ۔ میلان ۔ بزرگان خاندان ۔
ثواب ــ جزا ۔ غنیمت ۔ راحت ۔ وعدہ ۔ زیادہ
منفعت ۔
مثوی ــ منزل ۔ پناہ گاہ ۔ اقامۃ ۔

تلاوت قرآن سے والدین پر عذاب کم ہوتا ہے (امام صادقؑ)

ثیاب ـــ قلب ـ قمیص ـ ردار ـ لباس ـ
جَبر ـــ قہر ـ قتال ـ قوت ـ تکبر
جدال ـــ جھگڑا ـ کج بحثی ـ بحث ـ
جرم ـــ شرک ـ لواط ـ عداوت ـ گناہ ـ
جنب ـــ اطاعت ـ سفر ـ قلب ـ بُعد ـ پہلو ـ
جہت ـ
جیب ـــ سینہ ـ بغل ـ
حجر ـــ کبریت ـ پتھر ـ اینٹ ـ عقل ـ دام ـ
قریہ صالح ـ مکان ـ
حرث ـــ زراعت ـ ثواب ـ شرمگاہ ـ
حرج ـــ شک ـ تنگی ـ گناہ
حسب ـــ کثیر ـ جزا ـ عذاب ـ حفیظ ـ شہید ـ
عرض ـ عدد ـ بخل ـ منازل ـ خیال
حشر ـــ جمع کرنا ـ ہنکانا ـ
حطب ـــ لکڑی ـ ایندھن ـ
حکمہ ـــ موعظہ ـ فہم ـ نبوت ـ تفسیر ـ قرآن ـ
حول ـــ سال ـ تغیّر ـ قائل ہونا ـ
حین ـــ سال ـ آخری مدت ـ ساعات لیل ونہار ـ
زمان مبہم ـ
ختم ـــ مہر لگانا ـ محفوظ کرنا ـ خاتمہ ـ منع کرنا ـ
خرج ـــ ثواب ـ اجرت
خزی ـــ قتل ـ عذاب ـ ذلت ـ فضیحت ـ
خسر ـــ عاجزی ـ غبن ـ گمراہی ـ نقص ـ عقوبت
خلق ـــ دین ـ غلط بیانی ـ تصویر ـ نطق ـ جعل ـ بحث ـ خلق دینا
خوف ـــ قتل ـ قتال ـ علم ـ عذاب ـ بیداری ـ
خیانت ـــ گناہ ـ بددیانتی ـ نقض عہد ـ
مخالفت فی الدین ـ زنا ـ

خیر ـــ مال ـ ایمان ـ اسلام ـ عافیت ـ اجر ـ
طعام ـ غنیمت ـ
دعاء ـــ قول ـ عبادت ـ نداء ـ استغاثہ ـ استفہام
سوال ـ عذاب ـ
ذکر ـــ عمل صالح ـ ذکر قلب ولسان ـ حفظ ـ موعظ
شرف ـ خبر ـ وحی ـ قرآن ـ توریت ـ لوح محفوظ
بیان ـ تفکر ـ نماز ـ توحید ـ رسول اکرمؐ ـ
رائی ـــ علم ـ مشاہدہ ـ نظر ـ خبر ـ عبرت ـ
رجز ـــ عذاب ـ صنم ـ
رجم ـــ قتل ـ شتم ـ رمی ـ ظن ـ لعنت ـ
رزق ـــ عطا ـ طعام ـ شکر ـ مطر ـ نفقہ ـ فواکہ ـ
ثواب ـ جنت ـ
روح ـــ رحمت ـ ملک ـ جبرئیل ـ وحی ـ عیسیٰ
زندگی ـ
ریب ـــ شک ـ حوادث ـ حسرت ـ
زوج ـــ زوجہ ـ صنف ـ ساتھی ـ
زیغ ـــ میلان ـ گمراہی ـ
سحر ـــ علم ـ نظر ـ جنون ـ انحراف ـ
تسخیر ـــ تسلط ـ تذلیل ـ استہزاء ـ استخدام ـ
سرابیل ـــ زرہ ـ قمیص ـ
سِر ـــ پوشیدہ راز ـ جماع ـ
اسراف ـــ حرام ـ اختلاف ـ خرچ بے سبب ـ
تحریم حلال ـ شرک ـ افراط ـ
سعی ـــ مشی ـ عمل ـ سرعت
اسفار ـــ منازل ـ کتب ـ
سفاہت ـــ جہالت ـ خسارہ
سُکر ـــ غفلت ـ حیرت ـ جادو ـ نزع ـ نشہ ـ

بچے قرآن پڑھیں تو ماں باپ عذاب سے نجات پائیں ـ

غلاف سے لپٹا ہوا غبار آلود قرآن اللہ سے شکایت کریگا - (امام صادقؑ)

سلطان — دلیل - حکومت -
اسم — نام - صفت - صنم - مثل
سوء — شدت - بے کرنا - زنا - برص - عذاب
شرک - گناہ - شر - شتم - قتل - ہزیمت
نقصان -
استواء — ارادہ - استقرار - سواری - بلندی -
برابری - غلبہ -
سیئہ — شرک - عذاب - نقصان - فاحشہ -
شر - صغائر -
سید — شوہر - بردبار -
شرب — شہد - زنجبیل - گرم پانی - سرد پانی -
محبت -
شفاء — فرح - عافیت - بیان -
صبر — روزہ - جرأت - اصرار - رضا - تحمل -
صلوٰۃ — نماز - استغفار - مغفرت - مکان عبادت -
ضحک — حس - تعجب - استہزاء - ہنسی -
ضرب — سیر - مارنا - توصیف - بیان -
ضلل — گمراہی - خسارہ - شقاوت - ابطال -
خطا - نسیان -
طاغوت — شیطان - اصنام - کعب بن اشرف -
طہارت — غسل - استنجاء - پاکیزگی از لواط -
خاتمہ حیض - طہارت از گناہ - طہارت از شرک -
طہارت از شک - طہارت از فواحش - حلال -
ظلم — شرک - گناہ - قتل - نقص - ضرر - انکار -
سرقہ -
عبادت — توحید - اطاعت - غلامی -
عرش — سقف - سریر - تعمیر -

عزم — قصد - عہد - احتیاط - تحقیق -
عفو — مال فاضل - ترک - معافی -
غلبہ — ظہور - قتل - قہر -
غیب — اللہ - قیامت - مدت - سطر - لوح محفوظ
نفس و مال - نزول عذاب - ظن - غیبت -
وحی -
فتنہ — شرک - کفر - عذاب - امتحان - احراق -
قتل - عہد - ضلال - جنون -
فاحشہ — زنا - لواط - نافرمانی - شرک -
فسق — انکار نبوت - شرک - معصیت - کذب -
گناہ - سب و شتم -
قلب — رائے - عقل - دل -
لقاء — حشر - حرب و قتال - رویت - عطاء - نزول
لھو — تمسخر - آواز طبل - شغل - باطل - غناء -
مثل — طریقہ - عبرت - صفت - عذاب -
مس — جماع - نزول مصیبت - دیوانگی -
نداء — اذان - دعاء - کلام ہمار - نفخ صور -
حساب - استغاثہ -
نزع — جلانا - نکالنا - چھیننا - موت -
نصیب — حصہ - ثواب - عقوبت -
ہلاکت — موت - عذاب - ضلالت - فساد -
وجہ — سمت - ملت - دین خدا - چہرہ -
تقویٰ — خوف خدا - عبادت - ترک معصیت -
توحید -
اول — حقدار - قابل ویل و جہنم -
یأس — مایوسی -
ید — فعل - قدرت - عطاء - ہاتھ -

اللہ اور ائمہؑ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے (امام صادقؑ)

یقین ــــ صداقت ۔ موت ۔ مشاہدہ ۔ علم ۔
یمین ــــ قوت ۔ قسم ۔ عہد ۔ داہنا ہاتھ ۔ برکت ۔
جنت ۔ داہنا رخ ۔

واضح رہے کہ مؤلف کتاب نے ایک ایک لفظ کے جس قدر معانی تحریر کئے ہیں یہ الفاظ کے معانی نہیں ہیں بلکہ مصادیق ہیں اور مقصد صرف یہ ہے کہ قرآن مجید نے اس لفظ کو کس کس مورد اور کس کس مصداق کے لئے استعمال کیا ہے ۔

اس کے علاوہ یہ کہ مذکورہ بالا صفحات میں صرف ایک اقتباس درج کیا گیا ہے ورنہ بے شمار الفاظ اور ہیں جنہیں قرآن مجید نے مختلف معانی میں استعمال کیا ہے اور اس سے قرآن مجید کی جامعیت کی ہمہ گیری اور آفاقیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے ۔

کاش کوئی صاحب حوصلہ پیدا ہو جاتا اور وہ اردو زبان میں اس پورے مواد کو مع حوالوں کے نقل کر دیتا کہ ہماری قوم بھی ان معلومات سے محروم نہ رہ جاتی اور اس میں بھی واقعاً قرآن فہمی کا ذوق پیدا ہو جاتا ۔ نہ اخباریت کے نام پر فتنۂ عدم فہم قرآن پیدا ہو سکتا اور نہ ترقی پسندی کے نام پر چار لفظ پڑھ لینے والا قرآن مجید سے استنباط شروع کر دیتا ۔ ہر شخص کو قرآن فہمی کے امکانات کا بھی اندازہ ہوتا اور اس راہ کی زحمتوں کا بھی احساس ہوتا ۔

رب کریم تمام ارباب علم اور اصحاب قلم کو اس انداز کی علمی خدمات کی توفیق عنایت فرمائے ۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

قطعہ

نازشِ جن و بشر ہادیٔ دوراں آجائے
پھر کوئی لے کے چراغ رہ ایماں آجائے
لوگ قرآں کی خموشی کو بنائے ہیں مذاق
کاش ایسے میں کوئی بولتا قرآں آجائے

پیام اعظمی

اعلان

تنظیم المکاتب کا خاص نمبر "کتاب رمضان" ۱۹۹۶ء ۲۰ جنوری تا ۵ فروری ۱۹۹۶ء دو شماروں پر مشتمل ہے ۔ ۲۰ فروری ۱۹۹۶ء کا عام شمارہ آپکی خدمت میں پیش کیا جائے گا ۔

(ادارہ)

خدا سے ڈرو من گڑھت مسئلہ نہ بیان کرو ۔

تحریفِ قرآن شیعہ نقطہ نظر سے

سید کاظم رضا

چار آسمانی کتابوں میں سے توریت، زبور انجیل تینوں کے محرف ہونیکی بات تو مسلم اور ناقابل انکار حقیقت ہے چنانچہ اصلی توریت جو عبرانی زبان میں تھی دنیا سے بالکل ناپید ہے اسی طرح انجیل بھی چار یا پانچ ناموں سے جس میں انجیل برنباس بھی ہے پائی جاتی ہیں اور اصل انجیل غائب ہے، زبور کا بھی اسی زمرہ میں شمار ہے اب چوتھی آسمانی کتاب قرآن کریم ہے اس میں تحریف ہوئی نہیں ہوئی تحریف ہوئی تو کس قسم کی تحریف ہوئی شیعہ سنی مسلمانوں کے دونوں فرقوں میں سے کون قائل تحریف ہے کون نہیں ہے موجود قرآن جو بیاض عثمانی سے مشہور ہے یہ کل قرآن ہے یا کم و زیادہ ہے قرآن کو در اصل کس نے جمع کیا کس نے اس کی تدوین کی حضور نبی کریم ص پر جو تیئیس ۲۳ سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا قرآن اترتا رہا تو ان آیتوں و سوروں کو کس نے مرتب و منظم کیا اور ایک مکمل کتاب کی شکل دی نبی کریم ص نے یہ کام خود اپنے سامنے انجام دیکر چھوڑی کی یا قرآن کو نامکمل صورت میں چھوڑا اور دوسروں نے اس کو مکمل کیا روایات و حدیث اقوال صحیح و سقیم کتابوں میں مختلف انداز میں اس کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں کہ حق کے متلاشی کیلئے دقت ہی دقت اور زحمت ہی زحمت ہے، بہر حال نقد و نظر سے حق رسی ممکن ہے۔

تحریفِ قرآن کی بات صرف شیعہ و سنی فرقہ کی بات نہیں یہ اسلام و دیگر مذاہب عالم کی بات ہے ہم تحریف کا مرتکب و ملزم یہود و نصاریٰ کو اسی وقت کہہ سکتے ہیں جبکہ خود اس کے مرتکب و ملزم ہونے سے پاک صاف ہوں۔ آج شیعہ سنی ایک دوسرے کو تحریف کا ملزم قرار دیتے ہیں۔ شیعہ حضرات کتب اہلسنت میں ذکر باتوں کو بطور ثبوت پیش کر کے تحریف کرنے کو کہتے ہیں سورے بڑے تھے چھوٹے ہو گئے اکری لکھی آیتوں کو کھا گئی یا لکھا قرآن بعض بعض جگہ سے محو کر دیا گیا یا آیت پیش ہوئی مگر وہ رد ہو گئی نہیں لکھی گئی وغیرہ وغیرہ۔

سنی حضرات شیعوں کے یہاں چالیس پاروں کے قرآن کا ایک عام چرچا ہے ظاہر ہے یہ عوام کے دماغ کی بات نہیں ان کے پیروں مرشدوں کی سوجھائی بجھائی بات ہے۔ جھوٹ سچ کے فیصلے کے لئے اچھی بات بڑے لطیفہ کی یہ ہے کہ وہ دس پارے آج خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود و محفوظ ہیں دیکھئے کہ وہ قرآن کے پارے ہیں یا قرآن کی آیات کی تفسیر و توضیح اور ذیلی واقعات کا بیان ہے۔

ہم تحریف کی الجھی بحث کو سلجھے طریقہ سے پیش کر کے ناظرین کے سامنے شیعہ نقطہ نظر کو یہاں صاف اور واضح کئے دیتے ہیں۔ تحریف کہتے ہیں کلام میں تغیر و تبدیلی پیدا کرنے اور اپنی جگہ سے شئے کو ہٹا کر دوسری جگہ ڈال دینے کو یعنی منشاء قائل سے الگ معنی مطلب جب و نخواہ نکالنا تحریف مودودی نے بھی تحریف کے معنی تفہیم القرآن یہی لکھے ہیں وہ اصل مطلب معنی و مفہوم سے پھیر کر اپنے خواہش کے مطابق مروڑ کر دوسرے معنی پہنا دینا جو قائل کے منشاء کے خلاف ہوں نیز الفاظ میں تغیر و تبدل کرنے کو تحریف کرنے کو بھی تحریف کہتے ہیں۔ مودودی نے

اہل قرآن خدا کے اہل اور اس کی بارگاہ کے مقرب بندے ہیں (مرسل اعظمؐ)

تحریف معنوی ولفظی کہنے پر اکتفا کی جس سے مکمل تحریف کا احاطہ اس کی تمام صورتوں سمیت نہیں ہوتا ہم یہاں البیان مقدمہ تفسیر القرآن سید ابوالقاسم الخوئی طاب ثراہ سے استفادہ حاصل کرتے ہوئے تحریف جن مشترک معنوں پر بولا جاتا ہے عرض کرتے ہیں (۱) معنی پھیر بدل (۲) زیادتی کمی حروف یا حرکت واعراب میں کلام کو محفوظ رکھتے ہوئے اور تمیز نہ پانے کی صورت میں (۳) زیادتی یا کمی کلمہ دو کلموں کی نفس کلام کے محفوظ ہوتے ہوئے (۴) زیادتی یا کمی کسی جزاور حصہ میں کلام کی محفوظیت کے ساتھ جبکہ صاحب کلام کے سامنے انکے پڑھے جانے کی صورت مسلم ہو۔ (۵) موجود قرآن میں اضافہ یعنی بعض کلام منزل من اللہ نہیں ہے۔ (۶) موجود قرآن کم ہے اور بعض حصے ضائع ہو گئے تحریف بمعنی ومفہوم میں تبدیلی جسکے مرتکب یہودی ہوئے اور قرآن میں اللہ انکے بارے میں فرماتا ہے (مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ) سورۃ النساء آیت ۴۶۔

مسلمانوں میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ تحریف بدعتی گروہ اور فاسد مذہب رکھنے والوں کے ہاتھوں ہوئی اور انکے ہاتھوں ہوئی جنہوں نے حسب خواہش آیتوں کی خوب خوب تاویلیں کیں اور قرآن میں تحریف کے مرتکب ہوئے ظاہری بات ہے جو بھی حقیقت کے خلاف تفسیر کرکے اس پر دوسرے معنی لادے گا وہ بلاشبہ محرف کہلائے گا۔ اس قسم تحریف کی روایات میں سخت مذمت وارد ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ کافی میں باسناد امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ آپ نے سعد الخیر کو اپنے خط میں لکھا "ان کے قرآن چھوڑنے کی ایک بات یہی ہے کہ انھوں نے الفاظ وحروف کو باقی رکھکر ان کے حدود کو باقی نہیں رکھا بدل دیا وہ روایت تو کرتے ہیں مگر رعایت روایت نہیں کرتے جاہل ان کے حفظ روایت سے تعجب کرتے ہیں اور علماء ترک رعایت کی بنا پر ان سے ملول ہیں۔

نمبر ۲ کی تحریف یعنی حروف وحرکت کی کمی زیادتی حفاظت قرآن کے ساتھ اختلاف قرأت کے ثابت ومحقق ہونے پر اس کا تسلیم کرنا ناگزیر امر ہے اسلئے کہ قرآن ایک ہی قرأت کے مطابق اترا ہے رہیں دوسری اور قرأت کی صورتیں تو وہ یا زیادتی والی ہیں یا کمی والی

نمبر ۳ کی تحریف یعنی ایک دو کلمہ کی کمی زیادتی تحفظ قرآن کے ساتھ یہ تحریف بھی صدر اسلام اور زمانہ صحابہ میں ہوتی ہے باجماع مسلمین حضرت عثمان کا اپنے جمع کردہ کے علاوہ اور تمام مصاحف کو نذر آتش کرنا اور گورنروں کو احراق مصاحف کا حکم دینا ثابت ہے، خود جلانا یا جلا دینے کا حکم سے پتہ چلتا ہے کہ جو مصاحف جلائے گئے وہ خود کے جمع کردہ مصحف سے ضرور مختلف تھے اگر ایسا نہ ہوتا تو جلانے کا حکم جاری نہ ہوتا چنانچہ علماء نے کچھ ان موارد کا ذکر کیا ہے جو ان مصاحف میں اختلاف کے ساتھ تھے ان علماء میں جنھوں نے اسکی نشاندہی کی ہے۔ عبداللہ سجستانی ہیں جنھوں نے کتاب کا نام "ھذا الکتاب المصاحف" یوں مندرجہ بالا تحریف کا واقع ہونا صدر اول زمن صحابہ میں ثابت ہے۔

نمبر ۴ تحریف یعنی آیت وسورہ میں کمی زیادتی کی قرآن کی محفوظیت سمیت رسولؐ کے خود پڑھنے کو تسلیم کرنے کی صورت میں جیسے بسم اللہ کی آیت حضور اکرمؐ خود ہر سورہ کے پڑھنے سے قبل پڑھتے رہے سوائے سورہ برأۃ کے بعد آپ کے علماء اہلسنت کے درمیان یہ اختلاف ہوا کہ بسم اللہ جزء قرآن ہے یا نہیں یہاں تک کہ مالکیہ نے اس کے پڑھنے کو نماز فریضہ میں سورہ حمد سے پہلے مکروہ جانا ہے جبکہ نماز میں اس کو جزء قرآن سمجھ کر پڑھے اس کے برخلاف ایک گروہ بسم اللہ کو

گے

جو قرآن کا احترام نہیں کرتا وہ خود لائق احترام نہیں۔

جزو قرآن مانتی ہے شیعہ مسلم طور سے بسم اللہ کو جزو قرآن جانتے اور ہر سورہ سے پہلے اس کو جزو سمجھ کر پڑھتے سوائے سورہ براۃ کے اسی بات کو ایک جماعت علماء اہلسنت کی بھی مانتی ہے بہر حال بسم اللہ کو جزو قرآن نہ ماننے کی صورت میں جس صورت میں قرآن اترا اس میں زیادتی وکمی ہوئی جو یقینی طور پر تحریف ہے۔

نمبر ۵ کی تحریف یعنی موجود قرآن میں منزل من اللہ سے کچھ اضافہ ہے اور بعض کلام زاید ہے اس قسم سے تحریف ہونا اجماعی طور پر باطل ہے یہ بطلان بدیہی امر ہے۔

نمبر ۶ کی تحریف یعنی موجود قرآن میں کچھ منزل قرآن سے کم ہے اور بعض حصے ضائع ہو گئے ہیں تحریف کی یہ نوعیت اختلافی ہے ایک گروہ اس کا اثبات تو دوسرا فریق اس کی نفی کرتا ہے۔ مسلمانوں میں مشہور بات یہی ہے کہ جو ہمارے ہاتھوں میں قرآن ہے وہ پورا کا پورا ہے وہی ہے جو حضور نبی کریم ص پر نازل ہوا زیادتی کمی سے پاک غیر محرف ہے شیعہ نقطہ نظر یہی ہے جس کی صراحت بہت سے اعلام نے اپنی اپنی جگہ فرمائی ہے جیسے رئیس المحدثین جناب صدوق علیہ الرحمۃ والرضوان جنھوں نے عدم تحریف قرآن کو امامیہ کے معتقدات میں شمار کیا ہے ایسے ہی شیخ الطایفہ شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمۃ نے تفسیر تبیان میں اس امر کی صراحت کی ہے نیز آپکے اپنے شیخ اور استاد سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے بھی اسی قول کو نقل کیا ہے اور عدم تحریف قرآن پر تمام وکمال استدلال فرمایا جناب شیخ طبرسی نے مقدمہ تفسیر مجمع البیان میں یہی فرمایا ہے نیز شیخ الفقہا شیخ جعفر نے کشف الغطاء بحث قرآن میں اسی بات کو لکھا ہے اور اس بارے میں اجماع کے مدعی ہیں علامہ شہشانی نے عروۃ الوثقیٰ بحث قرآن میں اسی کو تحریر فرمایا ہے اور جمہور مجتہدین کی طرف اس قول کی نسبت دی ہے محمد شہیر محسن قاصانی نے درضی اور علم الیقین میں عدم تحریف کو لکھا ہے بطل العلم شیخ محمد جواد بلاغی نے مقدمہ تفسیر الاء الرحمن میں عدم تحریف قرآن کے قول کو اعاظم علماء کی طرف منسوب فرمایا جن میں شیخ مفید شیخ ابانی محقق قاضی سید نور اللہ شوستری اور ان کے امثال دیگر حضرات مختصر بات یہ ہے کہ علماء محققین میں شہرت اسی بات کی ہے اور مسلم امر یہی ہے کہ قرآن میں تحریف نہیں ہوئی ہے ہاں ایک جماعت شیعہ محققین نیز علماء اہلسنت کی وہ بھی ہے جو قائل تحریف ہے رافعی کہتے ہیں اہل کلام سے ایک گروہ جس کا کام سوائے سوء ظن و تاویلات کے نہیں ہے وہ جو لی نت نئے طریقے و اسلوب کسی قول و حکم کے سلسلہ میں اختیار کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ امکان اس بات کا ہے کہ کچھ قرآن سے رہ گیا ہو جیسا کہ جمع قرآن کی کیفیت سے ہوتا ہے۔ علامہ طبرسی علیہ الرحمہ نے تفسیر مجمع البیان میں تحریف کے قول کو حشویہ کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ آقائے خوئی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں نسخ تلاوت کا قول خود بعینہٖ قول تحریف ہے اور نسخ تلاوت کا واقع ہونا علماء اہلسنت کے نزدیک مشہور بات ہے جو مستلزم تحریف ہے۔

عجیب بات ہے کہ علماء اہلسنت کی ایک جماعت نے کلیتہً اس بات سے انکار کیا ہے کہ ہم میں سے کوئی ایک قایل تحریف ہے اور آلوسی کو علامہ طبرسی کا حشویہ کی طرف تحریف کی نسبت دینا اتنا ناگوار گذرا کہ انھوں نے جناب طبرسی کی تکذیب کے سلسلہ میں لکھا کہ کوئی بھی علماء اہلسنت میں تحریف کی طرف نہیں گیا ہے اس سے عجیب تر بات یہ ذکر کی ہے کہ علامہ طبرسی کا عدم تحریف کا قول خود انھیں کے ساتھیوں کے قول تحریف کے فساد کی بنا پر پیدا ہوا ہے اور اسی بنا پر انھوں نے انکار سے پناہ چاہی ہے۔ آلوسی کا یہ کہنا کہاں تک درست ہے جبکہ اوپر کے گذرے بیان سے ناظرین باخبر ہو چکے کہ مشہور و مسلم علماء شیعہ و محققین امامیہ کے درمیان یہی بات ہے کہ موجود قرآن میں کوئی تحریف نہیں ہے اور اس سلسلہ میں علامہ طبرسی نے سید مرتضیٰ

علم الہدیٰ کا وہ کلام نقل کیا ہے جو مفصل و مدلل قول تحریف کے بطلان پر لکھا ہے ہر طرح سے یہ بیان کافی اور قوی تر حجت ہے۔

نسخ تلاوت کی بات اکثر علماء اہلسنت نے ذکر کی ہے کہ بعض قرآن کی تلاوت منسوخ ہو گئی اس پر وہ وارد روایات نہیں جن میں یہ بات ذکر ہوئی ہے کہ عہد رسولؐ میں منسوخ التلاوۃ قرآن میں تھا یہاں پر کچھ اس قسم کی روایتوں کا تذکرہ اسلئے ضروری ہے کہ اگر ان کو صحیح مانا جائے تو قرآن میں تحریف کا واقع ہونا تسلیم کرنا ہوگا۔ حضرت عمر کا فرمانا ہے کہ قرآن میں آیت رجم بھی ہم نے پڑھا سمجھا اور محفوظ کیا اسی بنا پر رسولؐ نے اور ہم نے حضورؐ کے بعد رجم کیا خوف اس بات کا ہے کہ آگے بڑھ کر کوئی یہ کہے کہ ہم کتاب اللہ میں آیت رجم نہیں دیکھتے اور اس طرح گمراہ ہو کر اس فریضہ کو ترک نہ کر بیٹھیں آیت رجم کتاب اللہ میں ہونا برحق ہے الخ اس کی آیت حضرت عمر نے زید کو قرآن میں لکھنے کے لئے دی بھی لیکن زید نے یہ کہکر رد کر دی کہ آپ ایک اس کے تنہا راوی ہیں جبکہ خزیمہ بن ثابت سے سورہ توبہ کی آخری آیت کو قبول کر لیا کہ رسولؐ نے ذوالشہادتین کہا ہے آپ کی ایک شہادت کو دو کی شہادت شمار کیا ہے واضح ہو جس آیت رجم کے مدعی حضرت عمر ہیں وہ مختلف صورتوں سے روایت ہوئی اور ہر روایت الفاظ دوسری روایت کے الفاظ سے بدلے ہیں۔ اسی طرح طبرانی بسند موثق عمر بن الخطاب سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ قرآن میں ایک لاکھ ستائیس ہزار حروف تھے اور ہمارے ہاتھ میں جو قرآن ہے اس میں اس کی تہائی مقدار بھی نہیں دو تہائی قرآن سے غائب ہے۔

عروہ بن زبیر جناب عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ سورہ احزاب کو ہم رسولؐ کے زمانہ میں دو سو آیتوں کا پڑھا ہے لیکن جب سے حضرت عثمان نے مصاحف کو لکھا تو اس مقدار میں ہم نہیں پاتے۔

حمیدہ بنت ابی یونس کہتی ہیں کہ مصحف عائشہ آیہ درود میں وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا کے بعد وعلی الذین یصلون الصفوف الاول کی عبارت تھی جو حضرت عثمان کے مصاحف میں تغیر کے بعد نہیں رہی۔

زر راوی ہیں کہ مجھ سے ابی بن کعب نے کہا اے زر کتنی آیتیں سورہ احزاب کی پڑھتے ہو میں نے کہا ۷۳ آیتیں ابی بن کعب کہتے ہیں کہ سورہ احزاب سورہ بقر کے برابر بلکہ سورہ بقر سے طولانی اور بڑا سورہ تھا۔

ایسی ہی اور روایتیں کتب اہلسنت میں ملتی ہیں انکو اگر صحیح تسلیم کرتے ہیں تو تحریف کا واقع ہونا بھی قبول کرنا ہوگا۔

جو آج ہمارے ہاتھ میں قرآن ہے، وہ مکمل قرآن ہے

شیعہ نقطہ نظر سے یہ قرآن جو آج ایک اکیلا رائج ہے یہ وہی قرآن ہے جو حضور نبی کریمؐ پر نازل ہوا اور ہم پر مستقل حجت ہے اس کے مکمل و محفوظ ہونے پر خود قرآن کا ارشاد دلیل ہے اللہ فرماتا ہے کہ۔ ہم نے ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکے حافظ و محافظ ہیں۔ سورۃ الحجر آیت ۹

قرآن کے محفوظ و مکمل ہونے کی دلیل اس کی تحدی ہے جس میں جن و انس سمیت کہا گیا ہے کہ اگر دونوں ملکر بھی اس قرآن کا مثل پیش کرنا چاہیں تو ایک دوسرے کی پشت پناہی کے باوجود وہ اس کا مثل نہیں لا سکتے۔" یہ قرآن کے لیے تحدی ہے اگر موجودہ قرآن کو کم و زاید کہا جائے تو دعوئ تحدی درست نہ ہوگا معلوم ہوا کہ جو قرآن ہمارے ہاتھوں میں ہے مکمل قرآن ہے کل قرآن کے مثل لانے سے عاجز رہنے کی صورت میں دس سوروں کے مثل پیش کرنے کو کہا گیا پھر اس سے بھی گھٹ کر صرف ایک ہی سورہ کے مثل لانیکو

قرآن کتاب ہدایت ہے (قرآن کریم)

کہا گیا ہے لیکن یہ قرآن کی تحدی برقرار ہے اور آج تک دنیا سے قرآن کا مثل لانا ممکن نہ ہوا نہ دس سورے کا ایک ہی سورہ کا جواب اب تک پیش کرنا ممکن ہو سکا قرآن اگر مکمل موجود نہیں تو مثل قرآن پیش کرنیکی بات درست نہ ہوگی اور اللہ جس کا علم محیط ہے زمان و مکان پر اور اس کے تقلبات پر تو وہ کل سے تحدی نہ فرماتا معلوم ہوا کہ قرآن ابتدا سے آج تک سوروں و آیتوں کے ساتھ مکمل تھا مکمل ہے اور مکمل رہے گا اور صورت تحدی کی قیامت تک برقرار رہے گی قرآن کی اعجازی شان یہی ہے نہ اس میں جوڑا گانٹھا جاسکتا ہے نہ نکالا جاسکتا ہے نکالے جائیگا بھی پتہ چل جائیگا اور پیوندکاری کا بھی علم ہو جائیگا بلاغت قرآن خود محافظ قرآن ہے حفاظت کا مطلب ضایع ہونے سے بچاؤ ہے نہ اس میں قدح ممکن ہے نہ کوئی کھلواڑ تفسیر قمی میں امام محمد باقر علیہ السلام مروی ہے کہ آپنے فرمایا ہے کہ قرآن کا دامن باطل سے محفوظ ہے نہ توریت انجیل زبور اس کو باطل کرسکتی نہ اس کے بعد کوئی کتاب آئندہ باطل کرسکے گی اس کو باطل آگے پیچھے کسی جانب سے چھو نہیں سکتا تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام ہر دو حضرات سے روایت ہے کہ آپنے فرمایا کہ قرآن میں نہ گذشتہ کی خبریں غلط و باطل ہیں نہ آئندہ خبریں ہر دو روایتوں کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ قرآن میں کوئی تحریف نہیں ہے اسلئے کہ تحریف باطل امر ہے اور قرآن ہر باطل سے محفوظ بجائے خود ہے یہ ہوئی تحریف کی صورت بلحاظ قرآن اب تحریف کی صورت بلحاظ حدیث ملاحظ فرمائیں۔

تحریف بلحاظ حدیث نبوی ص

حدیث ثقلین صحیح متواتر اور متفق بین الفریقین ہے کہ حضور نبی کریم ص نے فرمایا کہ میں درمیان امت دو چیزیں چھوڑتا ہوں جو باہم ہیں اور ان میں جدائی قیامت تک نہ ہوگی یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پہونچیں گی حضور ص نے امت کو ہر دو سے تمسک کا حکم دیا یہ ثقلین کتاب خدا و عترت پیغمبر ہیں۔ یہ حدیث شریف دلیل ہے کہ قرآن میں تحریف نہیں ہے اسلئے کہ اگر تحریف مانیں گے تو تمسک کا واجب ہونا صحیح نہ ہوگا۔ بلکہ وجوب تمسک تا قیامت باقی ہے اور ہر دو سے تمسک کی صراحت ہے۔ یوں تحریف کا قول غلط اور بالکل باطل ہے۔ توضیح کے طور پر عرض ہے کہ روایات عترت و کتاب کے ساتھ ساتھ رہنے پر دلیل ہیں اور یہ کہ دونوں اس صورت سے قیامت تک رہیں گی اس کا مطلب یہ ہوا کہ عترت سے کوئی کتاب خدا کے ساتھ رہے اور کتاب خدا رہے جو عترت کی ساتھی بنے اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ حوض کوثر پر نبی کی خدمت میں پہونچیں تاکہ ان سے تمسک امت کو گمراہی سے محفوظ رکھے اور یہ ظاہر امر ہے کہ عترت سے تمسک کا مطلب عترت کی ولایت اور دوستی اور ان کے امر و نہی پر کاربند رہنے کے ہیں اور موجب ہدایت چلنے کے ہیں اور یہ بات کوئی امام سے حصول ہونے اور دید و بات چیت کرنے پر موقوف نہیں جو ظاہر ہے کہ امام کے حاضر ہونے کی صورت میں سارے لوگوں کو میسر نہیں ہوتی چہ جائیکہ زمانہ غیبت امام میں شیعہ زمانہ غیبت میں آج امام کی ولایت میں سرشار اور آپکے احکام پر کاربند ہیں من جملہ احکام اس حکم پر کہ زمانہ غیبت میں تم اپنے مشکلات میں ہمارے رواۃ احادیث سے رجوع کرو یعنی علماء و فقہاء جو حافظ حامل علوم اہلبیت ع اور امین امام ہیں۔ اب رہی قرآن سے تمسک کی بات تو یہ ممکن الحصول والوصول ہونے پر درست ہوگی اسلئے اس کا موجود رہنا امت کے درمیان قطعی ضروری ہے تاکہ تمسک اختیار کرکے گمراہی سے محفوظ رہا جائے اور یہ مناقشہ کی بات ہرگز صحیح نہیں ہے کہ قرآن امام غائب کے پاس محفوظ ہے اسلئے کہ یہ بات تمسک امت کے لئے کافی نہیں ہے ماننا ہوگا کہ یہی قرآن جو موجود اور امت کے درمیان

ہے مکمل نہیں ہے اور اسی سے متمسک رہنے کا حکم ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ تحریف کے ماننے کی صورت میں قرآن کی حجیت باقی نہ رہے گی بایں صورت ظواہر قرآن سے تمسک نہ ہو سکیگا اور قائلین تحریف کو اسکے لیے ائمہ کی طرف رجوع کرنا ازبس لازم ہو جائیگا جبکہ قرآن کی حجیت خود مستقل ہے اور اس بات پر موقوف نہیں کہ حضرات ائمہ طاہرین ایمضاء فرمائیں تو تمسک صحیح ہو ثقلین یعنی قرآن وعترت دونوں مستقل حجت اپنے اپنے مقام پر ہیں بلکہ ثقل اکبر قرآن ہے اور اس کی حجیت ثقل اصغر کی فرع نہیں ہے اور ظواہر قرآن سے تمسک کے اختیار کرنے کے سلسلہ میں حضرت امیر المومنین نے طلحہ کی اس فریاد پر کہ عثمان نے قرآن کو بدل دیا ہے۔ یہ پوچھا تھا کہ جو دفتیوں کے درمیان ہے وہ آیا قرآن ہے یا نہیں تو طلحہ نے اقرار کیا سب قرآن ہے جس کے بعد امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ بس اتنا کافی ہے ہمارے اور ہمارے دوستوں کے لیے ائمہ سے یہ کہنا سننا جہاں یہ بتاتا ہے کہ عام طور سے لوگ قرآن کو حجت جانتے تھے۔ وہ ان ائمہ کا تمسک کو صحیح سمجھنا عدم تحریف پر دلیل ہے کہ ظواہر قرآن میں کوئی تحریف نہیں ہے۔

پھر نماز میں پہلی دو رکعتوں میں بعد سورہ حمد مکمل ایک سورہ کی تلاوت کا حکم ائمہ علیہم السلام نے دیا ہے اور بنا بر آیات میں سورہ کو جز جز پڑھنے کی اجازت دی ہے ظاہر ہے کہ یہ احکام اصل شریعت سے ہیں اور نماز پڑھنے کے دن سے یہ بات ہے جس میں کوئی تقیہ کا اثر ونفوذ نہیں ہے اب جو قائلین تحریف ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ سورہ جسمیں تحریف احتمال ہے نہ پڑھیں تاکہ یقینی طور پر وہ ادائیگی تکلف میں بری الذمہ ہوں اور اس صورت میں ممکن ہے کہ قابل تحریف کوئی یہ کہے کہ سورہ کا مکمل تحریف سے خالی ہونا قطعی طور پر بلا تحریف جاننا پڑھنا ہماری وسعت وطاقت سے باہر ہے اس لیے دوسرے سورہ کا پڑھنا اس کے لیے واجب نہیں ہے اسلیے کہ جو اس پر قدرت رکھتے ہیں انھیں کی یہ تکلیف ہے یہ کہنا اسی وقت مسلم ہوگا کہ جب تمام سوروں میں تحریف کا احتمال مانا جائے جبکہ بلاشک وشبہ اہلبیت علیہم السلام نے دوسرے سورہ کے پڑھنے کا حکم دیا اور یہ حکم فرمانا بعینہ حکم رسولؐ ہے کہ حضورؐ نے اسی صورت سے نماز پڑھنے کو فرمایا ہے جس کے معنی عدم تحریف کے ہیں کہ رسولؐ کے زمانہ اور آپ کے بعد زمن ائمہ میں قرآن تحریف سے پاک رہا اور آج تک ہے۔

رہ گئی یہ بات کہ یہ قرآن جو آج ہمارے ہاتھوں میں ہے اس کو کس نے جمع کیا کس نے اس کی تدوین کی کس نے اسکو شائع کیا نبیؐ نے خود جمع کیا یا آپؐ کے بعد ابوبکر و عمر و عثمان نے کسی نے جمع کیا اور اس سلسلہ میں کیا کیا باتیں آج کتابوں میں موجود ہیں اور کس حد تک روایات مختلف وارد ہیں اس پر تفصیلی تبصرہ کی ضرورت ہے ہم یہاں تلخیص کے طور ضروری باتیں البیان مقدمہ تفسیر القرآن آقائے سید ابوالقاسم الخوئی سے پیش کر کے اپنے مضمون کو مکمل کرتے ہیں۔

جمع قرآن

یہ ایسا موضوع ہے جس سے تحریف کے قائلین نے اپنے موقف کی آبیاری کی ہے اسلیے اس بحث کو بہت دھیان سے پڑھنے کی ضرورت ہے تاکہ قرآن پاک کا دامن تحریف سے آغشتہ نہ ہو اور تغیر ونقصان سے ہر طرح محفوظ رہے۔ تحریف کے شبہ کی نمود کا سبب اصل میں لوگوں کا یہ خیال ہے کہ قرآن کو حضرت ابوبکر نے جمع کیا جبکہ ستر قاریان قتل بئر معونہ اور چار سو قراء یمامہ کی جنگ میں قتل ہو گئے جس سے قرآن کے ضایع ہو جانیکا اندیشہ پیدا ہو گیا بنا بریں عمر بن خطاب اور زید بن ثابت قرآن کے جمع کرنے کے درپے ہوئے اور کھال چھال پر زوں پتیوں اور قاریوں سینوں سے سمیٹ کر دو گواہوں کے

ساتھ اور اسی میں شیرازہ قرآن منتشر اور کم و زاید ہو گیا یہ بات اسی وقت کہی جائے گی جب ان روایات واردہ کو مبنی بر حمت مابین مختصر صورت احادیث جمع قرآن کی یہ ہے۔

زید بن ثابت سے روایت ہے کہ ابوبکر نے اہل یمامہ کے قتل کی اطلاع کی عمر بن خطاب ابوبکر کے پاس موجود تھے ابوبکر نے کہا یہ عمر میرے پاس آئے ہیں جنھوں نے کہا کہ یمامہ میں قراء قتل ہو گئے مجھے خوف ہے کہ یونہی اگر دوسرے مقامات پر قاری قتل ہوتے رہے تو قرآن کا بہت سا حصہ چلا جائیگا میں خیال کرتا ہوں کہ تم کو جمع قرآن کا حکم دوں میں نے عمر سے کہا کیسے تم وہ کام انجام دو گے جو رسولؐ نے نہیں کیا عمر نے کہا درست کہتے ہو پھر عمر نے اس کو پلٹ پلٹ کر مجھ سے کہا یہاں تک اللہ نے شرح صدر فرمایا اور میں اس بات پر جس کیلئے عمر کہا تیار ہو گیا زید کہتے ہیں کہ ابوبکر نے مجھ سے کہا کہ تم جوان ہو عقلمند ہو میں تم کو بھی نہیں سمجھتا اس لئے کہ کاتب وحی رسولؐ کی طرف سے تھے تم قرآن جمع کرو یہ وہ بار گراں تھا کہ پہاڑ کا اٹھانا اس سے آسان امر تھا میں نے کہا آپ جمع قرآن کا وہ کام مجھے دے رہے ہیں جو کام نبی نے بھی نہیں کیا ابوبکر نے کہا بخدا یہ امر خیر ہے پھر ابوبکر برابر مجھ سے رجوع کرتے رہے یہاں تک اللہ نے اس کام کیلئے میرے سینہ کو بھی کشادہ کیا جیسے ابوبکر و عمر کے سینہ کو کشادہ فرمایا اور میں جمع قرآن میں لگ گیا او ڈھال چھال اور لوگوں کے سینوں سے لیکر جمع کر دیا آخر سورہ توبہ کی آیت جمع کرنا رہ گئی تھی جو خزیمہ انصاری سے حاصل ہوئی اس کو ان کے علاوہ کسی اور سے نہیں پایا یہ صحف ابوبکر کے پاس رہے اور مرنے کے بعد تاحیات عمر کے پاس پھر یہ صحف حفصہ کے پاس امانت رہے۔

دوسری روایت ابن شہاب کی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے انس بن مالک نے بیان کیا کہ حذیفہ یمانی عثمان کے پاس پہونچے جو اہل شام سے آذربائیجان اور ارمینیہ کے فتح کرنے کی لڑائی اہل عراق کے ساتھ لڑ رہے تھے وہاں حذیفہ کو قرأۃ میں اختلاف دیکھکر خوف گذرا چنانچہ عثمان سے کہا کہ امت کی خبر لیجئے قبل اسکے کہ یہود و نصاریٰ کی طرح قرآن میں بھی اختلاف ہو اور حذیفہ کے اس کہنے پر عثمان نے حفصہ کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ مصاحف کو بھیج دیں کہ ہم ان کو نقل کرکے مصاحف میں پھر واپس کر دیں چنانچہ جناب حفصہ نے وہ مصحف بھیج دیا اور عثمان نے زید بن ثابت عبداللہ ابن زبیر سعید بن عاص اور عبدالرحمن بن حرث بن ہشام کو حکم دیا انھوں نے صحف حفصہ سے مصاحف میں نقل کیا جس کے بعد مصحف جناب حفصہ کو واپس کر دیا اور جو مصاحف نقل کئے گئے تھے ان کو ہر طرف بھیجنے کے ساتھ یہ حکم دیا کہ اسکے علاوہ اور صحیفہ و مصحف جلا دیے جائیں۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھ سے خارجہ بن زید ثابت زید بن ثابت کی زبانی اس بات کی خبر دی کہ سورہ احزاب کی ایک آیت مصحف لکھنے تک گم رہی جبکہ ہم نے رسولؐ کو پڑھتے سنا جو آخر خزیمہ بن ثابت سے مجھے مل گئی جس کو میں نے اس سورہ میں لکھدیا۔

(۳) ابن ابی شیبہ حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں میں بسلسلہ قرآن حضرت ابوبکر ثواب کے مستحق سب سے بڑھکر ہیں جنھوں نے دو دفتیوں میں جمع کیا۔

(۴) ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ و خاجہ سے روایت کی ہے کہ ابوبکر نے کاغذ میں قرآن جمع کیا زید بن ثابت نے دیکھنا چاہا تو اس بات سے انکار کیا جب حضرت عمر سے اس امر میں مدد چاہی تب دکھایا یہ قرآن ابوبکر کے پاس تا وفات رہا جس کے بعد عمر اور ان کے بعد زوجہ رسولؐ جناب حفصہ کے پاس جناب عثمان نے زید کو یہ مصحف لینے بھیجا جس پر آپ نے دینے سے انکار کیا جب اس کا عہد کیا کہ نقل کے اصل آپکے پاس پلٹا دیں گے جب بھیجا چنانچہ نقل کرکے واپس کر دیا اور تا زندگی جناب

حفصہ کے پاس وہ مصحف رہا۔

(۵) محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ قتل عمر تک قرآن جمع نہیں ہوا اور انھوں نے جمع نہیں کیا۔

(۶) حسن سے روایت ہے کہ عمر ابن خطاب نے ایک قرآن کی آیت کو پوچھا تو معلوم ہوا کہ فلاں کے پاس آیت تھی جو یمامہ میں قتل ہو گیا تو عمر نے انا للہ کہا اور قرآن کے جمع کرنے کا حکم دیا چنانچہ قرآن جمع ہو گیا یوں پہلے جمع کرنے والے قرآن کو مصحف کی صورت میں حضرت عمر ہیں۔

اور اس جمع کرنے کے سلسلہ میں بقول خزیمہ دو آیتیں رہ گئی تھیں عثمان نے ان دونوں آیتوں کے قرآن میں ہونے کی گواہی دی اور وہ براۃ کے خاتمہ پر لکھی گئیں۔ جس وقت عمر بن الخطاب نے قرآن کو مصحف میں جمع کرنا چاہا تو سوال ہوا اعراب لگانے میں کہ کون سب سے بڑھکر ہے تو کہا گیا سعید بن عاص پھر کہا سب سے بہتر لکھنے والا تو زید بن ثابت کے لئے کہا گیا چنانچہ لکھا زید نے اور املا لکھایا سعید بن عاص نے یوں چار نسخے تیار ہوئے اور وہ کوفہ بصرہ شام اور ایک حجاز روانہ کر دیئے گئے۔

(۷) ابو الطلح کہتے ہیں کہ جسوقت عثمان نے قرآن لکھنے کا ارادہ کیا تو ہذیل نے لکھوایا اور ثقیف نے لکھا۔

(۸) عکرمہ کہتے ہیں کہ جسوقت لکھکر قرآن عثمان کے پاس آیا تو دیکھنے کے بعد کچھ غلطی ملی اسوقت کہا کہ اگر ہذیل لکھاتے اور ثقیف لکھتے تو یہ بات نہ ہوتی۔

(۹) عطا کہتے ہیں کہ ایک نسخہ ابی ابن کعب کے پاس عثمان نے بھیجا اسلئے کہ لکھوانیوالے ابی تھے اور لکھنے والے زید اور ان کے ساتھ سعید بن العاص اعراب لگانے والے تھے یوں اس مصحف کو لکھا زید نے اور قراۃ ابی ابن کعب کی ہے۔

ان روایات و احادیث کو ناظرین نے ملاحظہ فرمایا کہ ان میں کتنا تناقض ہے کوئی ایک بات نہیں جس پر اعتماد کیا جا سکے دوسری روایت کے رو سے کہ جمع قرآن کا کام عثمان کے وقت میں انجام پایا جبکہ تیسری چوتھی روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کام ابوبکر کے زمانہ میں انجام پایا اور ساتویں بارھویں جو روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام زمانہ عمر میں ہوا۔

پھر کون محرک اس کام کے لئے ہوا یہ امر بھی اختلافی ہے ایک روایت سے دسپے اس کے زید ثابت ہو چوتھی روایت کی بنا پر خود ابوبکر محرک ہوئے اور انہوں نے ابتداءً جمع کیا اور زید کو بلا کر دیکھنے کو کہا اور پانچویں اور اس کے روایتوں سے محرک زید و عمر جمع قرآن کے ہوئے۔

پھر یہ امر کہ زید کو جمع قرآن کا کام آیا تفویض کر دیا گیا تھا یا نہیں تو پہلی روایت بتاتی ہے کہ ابوبکر نے یہ کام زید کی سپردگی میں دیدیا تھا جیسا کہ آپ کے مخاطبہ سے معلوم ہوتا ہے۔

پھر یہ ساری روایتیں ان روایات کے معارض ہیں کہ جو قرآن کو جمع شدہ بتاتی ہیں اور یہ کہ عہد نبی ہی میں قرآن جمع ہو چکا تھا چنانچہ ایک جماعت نے جس میں ابن ابی شیبہ احمد بن حنبل ترمذی نسائی ابن حبان حاکم بیہقی ضیا مقدسی نے ابن عباس سے روایت کی ہے ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہم نے عثمان سے کہا کہ آپ کو کس نے آمادہ کیا کہ تم نے انفال کو جو مثانی میں ہے اور براۃ جو مئین میں ہے دونوں کو ملا دیں اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم کی نہ لکھیں اور دونوں کو یوں ملا کر سات بڑے سوروں کے برابر رکھدیا بتائے اس پر کیسے تیار ہوئے تو عثمان نے کہا کہ رسول پر جب کوئی شئے نازل ہوتی تھی کسی کاتب وحی کو بلا کر فرماتے تھے کہ اس فلاں سورہ میں جس میں اس اس طرح کا ذکر ہے لکھ دو انفال اولاً مدینہ میں نازل ہوا اور براۃ آخر قرآن باعتبار نزول اس کا قصہ انفال کے قصہ سے مشابہ ہے یوں میں نے اس کا جز خیال کیا اور رسول ص اس دنیا سے اٹھ گئے اور

قرآن خدا کا دستر خوان ہے (تفسیر امام العسکری)

یہ نہیں ظاہر فرمایا کہ یہ اس میں سے ہے ہم نے اسی بنا پر دونوں کو ملا دیا اور دونوں کے درمیان بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ نہیں لکھا اور اس کو سبع طوال کے ساتھ رکھ دیا۔

عہد رسولؐ میں چھ انصاریوں نے قرآن جمع کیا ابی بن کعب، زید بن ثابت، معاذ بن جبل، ابو الدرداء، سعد بن عبید اور ابو زید اخر نسائی نے بسند صحیح عبد اللہ بن عمر سے یہ روایت کی ہے کہ ہم نے قرآن کو جمع کیا اور اس کو ہر رات پڑھتے تھے رسولؐ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا اس کو ایک مہینہ میں پڑھا کرو اسی طرح ابن سعد کی روایت ہے کہ ام ورقہ نے قرآن کو پورا جمع کیا تھا۔

یہاں پر کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جمع کرنے سے مراد سینہ میں اور حافظہ کے اندر جمع کرنا ہے یوں محفوظ کرنے کے ہیں۔

خلاصہ بات یہ ہے کہ ان روایات کے ہوتے کیونکر ان روایات کی تصدیق کرنا ممکن ہے کہ حضرت ابو بکر نے اول اول قرآن جمع کیا اگر جمع کیا تھا تو پھر زید و عمر کو کیوں حکم دیا کہ وہ جمع کریں اور عبد اللہ و معاذ و ابی سے کنارہ کشی کی جبکہ یہ حضرات زندہ موجود تھے جن سے پڑھنے سیکھنے اور قرآن لینے کے لئے رسولؐ کا حکم تھا رہ گئے سالم تو بے شک یہ یمامہ کی جنگ میں شہید ہو چکے تھے ان روایات کے ساتھ بہر طور حدیث ثقلین جو متواتر و متظافر ایسی ہے کہ دلیل ہے اس بات پر کہ قرآن عہد رسولؐ میں جمع ہو چکا تھا اور جمع شدہ امت کے درمیان چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے اور کتاب کا لفظ حدیث میں خود مکتوبی صورت میں قرآن کے ہونے پر دلیل ہے سینوں میں جمع ہونے یا چٹ پرزوں پر لفظ کتاب کا اطلاق صحیح نہیں۔

غرض جمع قرآن کی نسبت خلفاء کی طرف ایک موہوم بات ہے اور قرآن و حدیث اجماع و عقل کے رو سے درست نہیں ہے اس لئے کوئی قابل تحریف ان روایات سے اپنے موقف کی تائید نہیں حاصل کر سکتا۔

ہاں اتنی بات صحیح ہے کہ عثمان نے اپنے زمانہ میں قرآن جمع کیا جس جمع سے مراد جمع آیات و سورتیں ہیں بلکہ ایک امام کی قراۃ پر جمع کرنے کے ہیں چنانچہ وہ سارے مصاحف جو اپنے مصحف کے برخلاف تھے جلوا دیئے اور تمام شہروں میں گورنروں کو حکم بھیج دیا کہ جو مصاحف وہاں ہوں وہ سب جلا دیں نیز مسلمانوں کو حکم ہوا کہ وہ قرآت میں اختلاف کو بالکل ختم کر دیں ایک صورت سے قرآن پڑھیں چنانچہ ایک قرأت سے پڑھے جانے کے حکم پر کسی نے کوئی نقد نہیں کیا اس لئے کہ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختلاف قرآن سے منع فرمایا ہے ہاں قابل نقد احراق مصاحف کی بات ہے اسی پر مسلمانوں کو اعتراض ہے چنانچہ ایک جماعت نے احراق مصاحف نام ہی عثمان کا رکھ دیا یوں تحریف کی بات ایک خرافات ہے کم عقل ہی ایسی کی بات کرے گا ایک عقلمند اس کو باطل ہی جانے گا۔۔۔

قطعہ

قرآن کی تلاوت نہیں لوگوں کو پسند
ہوتی ہے صدا گانے بجانے کی بلند
بدبخت ہے کس درجہ وہ بستی کہ جہاں
شیطان تو آزاد ہے اور مکتب بند

پیام اعظمی

قرآن سے دوری رحمتِ الٰہی سے محرومی ہے۔

سید ذیشان حیدر جوادی

روزہ اور اصلاح معاشرہ

دنیا کا کوئی باہوش انسان اور باضمیر قانون ایسا نہیں ہے جسے معاشرہ کے فساد کا احساس اور اس کی اصلاح کی فکر نہ ہو۔ قوانین اور تعزیرات کی بھرمار اسی اصلاح کے لئے ہوئی ہے۔ پولیس کی جملہ قسمیں اور فوج کی متعدد ٹولیاں اسی کام کے لئے بنائی گئی ہیں۔ وزارتوں کی تشکیل اسی مقصد کے لئے ہوتی ہے۔ حکومتوں میں انقلاب اسی موضوع کے تحت ہوتا ہے ـــ لیکن ان تمام امور کے باوجود ہر دور میں اس ایک امر کا رونا ہوتا ہے کہ معاشرہ ناقابل اصلاح ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اصلاح معاشرہ آسان کام نہیں ہے۔ جب تک انسان کے اندر نفس امارہ اور اسکے خواہشات موجود ہیں اور جب تک اس کا قدیم ترین دشمن اسکے سینہ کی کمین گاہ میں بیٹھ کر وسوسہ کے تیر چلاتا رہے گا اسکا راہِ راست پر آجانا یا باقی رہ جانا انتہائی دشوار گذار کام ہے۔

لیکن انسانوں اور معاشروں کی ناکامی کا ایک راز یہ بھی ہے کہ اکثر مفکرین نے مرض کی جڑوں کو نہیں پہچانا ہے اور اکثر معالجوں نے طول عمل سے گھبرا کر علاج کو لمحوں میں تمام کر دینا چاہا ہے جبکہ فطرت کی گہرائیوں میں پائی جانے والی کمزوریوں کا علاج لمحوں میں نہیں ہوتا ہے اور علاج کو اتنا ہی پائیدار انداز سے انجام دینا ہوتا ہے جتنا پائیدار مرض یا اس کے اسباب و عوامل ہوتے ہیں

دین اسلام نے اس سلسلہ میں دو باتوں پر زور دیا ہے

۱۔ اصلاح نفس اور پاکیزگی نیت

بظاہر باشعور انسان اس رو سے باخبر ہے کہ انسانی اعمال کا سب سے بڑا محرک اس کا ارادہ ہوتا ہے۔ انسان کا کوئی عمل ارادہ کے بغیر انجام نہیں پا سکتا ہے۔ ارادہ ہی اسکے اعمال کی تحریک کرتا ہے اور ارادہ ہی اسکے کردار کی تصویر تیار کرتا ہے۔ ارادہ پاکیزہ ہو جائے تو عمل کے فاسد ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے اور ارادہ ہی ناپاک ہو جائے تو عمل کی طہارت کا کوئی امکان نہیں ہے۔

دنیا کے قوانین نے ظاہری اصلاحات پر بے حد زور صرف کیا ہے لیکن ارادوں کی پاکیزگی کے موضوع کو تقریباً نظر انداز کر دیا ہے اور اس کا راز شاید یہ بھی ہے کہ مصلحین عالم خود بھی پاکیزگی نیت و ارادہ کی دولت سے محروم ہیں اور انکے کردار کی تشکیل بھی اس دولت سے محرومی کے ماحول میں ہوئی ہے مفکر، محقق۔ استاد اور پروفیسر نے اس درجہ تک پہونچنے کا محرک شہرت، عظمت یا دولت کو قرار دیا ہے اور حکام و سلاطین میں حکومت کی تحصیل کا جذبہ برتری۔ حاکمیت اور اقتدار کی بنیاد پر پیدا ہوا ہے اور کھلی ہوئی بات ہے کہ یہ دونوں باتیں پاکیزگی نفس و ارادہ سے بالکل اجنبی ہیں اور جب مصلح کا نفس خود ہی پاکیزہ نہ ہوگا تو اس کے ہاتھوں منظر عام پر لایا ہوا قانون کسطرح پاکیزہ ہو جائیگا۔

دین اسلام نے قانون سازی کا کام ہر بشر سے لیکر پروردگار

کے حوالہ کر دیا ہے تاکہ اس کے یہاں نفس اور اس کے خواہشات سے رسوائی نہ پیدا ہو اور قانون سازی کا کام انتہائی مقدس ماحول میں انجام پائے۔

اسلام نے قانون سازے سب سے زیادہ زور انسان کے ارادہ اور اس کی نیت کی پاکیزگی پر دیا ہے اور اس نے پہلے عقائد کے ذریعہ نفس کو پاکیزہ بنایا ہے۔ اس کے بعد اعمال کی منزل میں عبادات کو معاملات پر مقدم رکھا ہے تاکہ عقائد و عبادات کے ذریعہ نفس پاکیزہ ہو جائے اس کے بعد انسان دنیاوی معاملات کے مرحلہ میں قدم رکھے اور معاملات دنیا اسے دنیا داری کی طرف کھینچنے نہ پائیں۔

عبادات میں ہر عمل میں قربت خدا کی نیت کو ضروری قرار دیا گیا کہ اس سے زیادہ کسی پاکیزہ نیت کا تصور بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ انسان کبھی بھی ارادہ کو اپنے نفس میں جگہ دے اس ارادہ کی پاکیزگی قربت الٰہی سے زیادہ مقدس نہیں ہو سکتی ہے اور پاکیزگی ارادہ کی بنا پر تشکیل پانیوالے عبادات کی بھی دو قسمیں ہیں۔

بعض عبادات میں نیت و ارادہ کے علاوہ عملی پہلو بھی پایا جاتا ہے جیسے نماز کہ اس میں نیت کے ساتھ قیام و قعود اور رکوع و سجود بھی ہے یا حج میں مختلف ارکان اور مناسک ہیں یا زکوٰۃ و خمس میں مال نکال کر مستحق کے حوالہ کیا جاتا ہے یا جہاد میں میدان قتال میں زور بازو کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

لیکن اس کے برخلاف روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں عملی پہلو کوئی نہیں ہے۔ روزہ دار کو متعدد چیزوں سے پرہیز کرنا پڑتا ہے اور مختلف چیزوں کو چھوڑنا پڑتا ہے کہ اگر کل تک عالم وجود میں نہیں تو روزہ کی حالت میں انھیں منزل عدم تک پہونچا دیا جائے اور اس اعتبار سے اس عبادت کا تعلق فاعل سے ہے فعل سے نہیں ہے اور یہ ایک نفسانی عبادت ہے جس کا اعضاء و جوارح اور ظاہری زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ روزہ کی حقیقت صرف ایک نیت ہے اور بس اور اس اعتبار سے روزہ زندگی میں یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ نیت میں ذرہ برابر فتور پیدا ہو گیا تو بارہ چودہ گھنٹے کی بھوک پیاس لمحوں میں ضائع اور برباد ہو سکتی ہے اور اس عمل کا شمار عبادات میں نہیں ہو سکتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں روزہ دار اس قدر محتاط ہو جاتا ہے کہ شدت تشنگی و گرسنگی میں بھی یہ سوچنے کا بھی ارادہ نہیں کرتا کہ اب سے لیکر شام تک کسی وقت بھی نیت کو توڑ دیگا اور روزہ کا خاتمہ کر دیگا کہ اسے اس حقیقت کا علم ہے کہ روزہ اسی وقت سے باطل اور بیکار ہو جائیگا اور دوبارہ رائے بدل کر راہ راست پر آجانا بھی مفید اور کارگر نہ ہوگا۔

روزہ کی نیت بھی تمام چیزوں کی نیت نہیں ہے کہ اس میں تحریک عمل اور اصلاح نفس کا کوئی پہلو نہ ہو بلکہ یہ نیت درحقیقت قربت پروردگار کی نیت ہے اور انسان کو اس حقیقت کا بخوبی اندازہ ہے کہ قربت پروردگار کا ذریعہ پاکیزہ نفس اور بہترین کردار ہی ہو سکتا ہے۔ اس کا قرب فسق و فجور اور بدعملی کے ذریعہ حاصل نہیں ہو سکتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ زندگی میں ان تمام برائیوں اور بدعملیوں سے پرہیز کرتا ہے جن کے ذریعہ پروردگار سے دور ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جائے اور قرب الٰہی کے امکانات ختم ہو جائیں یا مجروح ہو جائیں۔

اصلاح نفس کے بارے میں بھی اسلام نے یہ اہتمام کیا ہے کہ ان تمام امور پر پابندی عائد کر دی ہے جن سے نفس کو کھل کر کام کرنے کا موقع ملتا ہے اور انسان دھیرے دھیرے اسکے قبضہ میں چلا جاتا ہے اس کا اندازہ ہر صاحب شعور انسان کو ہے زنجیروں کا قیدی تو ایک دن آزاد ہو سکتا ہے لیکن خواہشات کا قیدی کبھی آزاد نہیں ہو سکتا ہے اور وہ جسقدر آزادی کی کوشش کریگا مزید گرفتار ہوتا جائیگا کہ یہ خواہش آزادی بھی نفس ہی کے تقاضوں سے پیدا ہوگی اور وہ آزادی کے نام پر مزید گرفتاری کی

تدبیر ہوگی۔

روزہ اصلاح نفس کے سلسلہ میں ایک بہترین جہاد ہے جس میں زندگی کی تمام خواہشات کو مفید بنایا گیا ہے اور خصوصیت کے ساتھ دو بنیادی خواہشات کو یکسر اسیر کر دیا گیا ہے ایک خواہش خورد و نوش اور ایک خواہش جنس کہ اگر انسانی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ دور قدیم سے لیکر آج تک یہی وہ دو خواہشات ہیں جنھوں نے تاریخ انسانیت کے اوراق کو سیاہ بنایا ہے اور انسانی زندگی کو تباہی کے گڑھے میں ڈھکیل دیا ہے۔

روزہ میں یہ پابندی ایک دو دن کیلئے نہیں ہے بلکہ مکمل ایک ماہ کے لئے ہے اور ایک دو گھنٹہ کے لئے نہیں ہے بلکہ پورے بارہ، چودہ، سولہ، اٹھارہ گھنٹے کیلئے ہے جس کے بعد ایک باشعور انسان مسئلہ کی اہمیت کا اندازہ کر لیتا ہے اور اپنی زندگی میں واقعاً تبدیلی پیدا کر لیتا ہے جس کا تجربہ اس دور میں ہو چکا ہے جب نظام اسلامی رائج تھا اور اسکی قیادت سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں میں تھی اور آپ مسلمانوں کی عبادات کی نگرانی کر رہے تھے۔ چنانچہ تاریخ میں ان وہ حقائق کا تذکرہ موجود ہے کہ آغاز شریعت میں روزہ میں جنسی پابندی صرف روزہ کے حالات کیلئے نہیں تھی بلکہ چوبیس گھنٹے کے لئے تھی اور ایک مہینہ مکمل طور پر انسان کو اپنے جنسی جذبات کو قابو میں رکھنا پڑتا تھا اور یہی حال تقریباً کھانے پینے کا تھا کہ اگر انسان افطار کے بعد سحر تک بیدار رہا تو کھانے پینے کا اختیار سحر تک رہے گا ورنہ اگر درمیان میں سو گیا تو سحر سے پہلے بھی اٹھ کر کچھ کھا پی نہیں سکتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۲ھ میں روزہ واجب ہوا اور ۳ھ میں جنگ خندق کا زمانہ آگیا سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو خندق کھودنے کا حکم دے دیا اور مسلمان روزہ رکھکر خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے ادھر سرکارؐ کے ایک صحابی مطعم بن جبیر دن بھر کام کر کے آئے اور شام کو افطار کے بعد لیٹے تو آنکھ لگ گئی اور اس کے بعد پھر صبح تک کچھ نہ کھا سکے اور حسب دستور وقت مقررہ پر خندق کی کھدائی میں مصروف ہو گئے اور تھوڑی دیر کے ضعف و نقاہت اور بھوک پیاس کی بنا پر غش کھا کر گر پڑے جس کے بعد پروردگار نے سحر تک کھانے کی اجازت دیدی اور پرانی پابندی کو برطرف کر دیا۔ یا اسطرح بعض روایات کی بنا پر بعض اصحاب نے شب کے وقت اپنی زوجہ سے ہمبستری کر لی اور صبح اکر سرکار دوعالمؐ سے فریاد کی کہ میں تو ہلاک ہو گیا تو وحی پروردگار نے اس پابندی کو بھی برطرف کر دیا اور رات کے وقت عورت سے ہمبستری جائز ہو گئی۔

ان دونوں واقعات سے اس حقیقت کا اندازہ ہوتا ہے کہ روزہ نے چند دنوں میں مسلمان کے نفس کو اس قدر پاکیزہ بنا دیا تھا کہ وہ بھوک اور پیاس کی شدت میں محنت کر سکتا تھا لیکن بہانہ بازی کر کے روزہ نہیں چھوڑ سکتا تھا یا اسی طرح وہ جنسی تعلقات کو ایک ہلاکت و بربادی تصور کرتا ہے کہ حکم پروردگار کی مخالفت میں ہلاکت اور بربادی کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب کوئی عمل انسان کو اس قدر پاکیزہ نفس بنا دیگا تو ایسے افراد سے تشکیل پانے والا معاشرہ کسقدر صالح اور پاکیزہ ہوگا۔ یہ صحیح ہے کہ سرکار دوعالمؐ کے دور میں اعمال کا تجربہ ۹۔ ۱۰ سال سے زیادہ کا نہیں ہے۔ اور اس مختصر سے وقفہ میں دور قدیم کی جاہلیت کو تقویٰ کے سانچہ میں نہیں ڈھالا جا سکتا ہے لیکن متعدد نیک کرداروں کا پیدا ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ قانون میں اصلاح معاشرہ کے عناصر پائے جاتے ہیں اور اس میں ایک مہم کے سر کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اب اگر بعض افراد پر اثر نہیں ہوتا ہے تو اسکا سبب ان کی جاہلیت

قرآن ایسا رہنما ہے جو کبھی گمراہ نہیں کرتا (مولا علیؑ)

یا سابقہ بدنفسی اور بدکرداری ہے ورنہ سادہ لوح انسان پر اگر ایسے قوانین کا تجربہ کیا جائے تو یقیناً قانون سو فیصد نتیجہ دے سکتا ہے۔

روایاتِ معصومینؑ اس کے بعد روایات معصومین علیہم السلام کا جائزہ لیا جائے تو ان میں روزہ کے ان تمام صفات کا حوالہ دیا گیا ہے جس کی طرف توجہ دینے والا انسان یقیناً پاکیزہ نفس بن سکتا ہے اور ان کا معاشرہ پر تجربہ یقیناً اصلاح معاشرہ کا عمل انجام دے سکتا ہے۔

مثال کے طور چند مواقع ملاحظہ ہوں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ روزہ دورِ قدیم میں بھی واجب تھا لیکن اس دور میں صرف انبیاء و مرسلین پر واجب ہوا کرتا تھا۔ امت پیغمبر اسلامؐ کو پروردگار نے یہ خاص شرف بخشا ہے کہ اس خیر و برکت میں سرکارؐ کے ساتھ اسے بھی شریک کر لیا ہے اور یہاں قانون کا اعلان ''یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' کے عنوان سے ہی ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر کسی انسان میں واقعاً یہ احساس پیدا ہو جائے کہ مالک نے یہ ذمہ داری عطا کر کے مجھے خاصان خدا کی صف میں لا کر کھڑا کر دیا ہے اور اس کے طفیل میں مجھے صاحبان ایمان کہہ کر پکارا ہے اور براہ راست خطاب کیا ہے۔ یہودیوں کی طرح رسول اکرمؐ کو ذریعہ نہیں بنایا ہے ''قُلْ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْا'' ___ تو اس کے نیک کردار اور پرہیزگار بن جانے میں کوئی کسر نہیں رہ جاتی ہے۔

•۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث قدسی کے حوالے سے پروردگار عالم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہوتا ہے لیکن روزہ صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

•۔ امام صادقؑ نے فرمایا کہ روزہ کے واجب ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ مالدار کو غریب کی بھوک اور پیاس کا احساس پیدا ہو اور وہ اس کے حال پر رحم کرے اور اسطرح غریب کے حالات بھی بہتر ہو جائیں۔ دوسری طرف غریب اور فقیر جو حالات کی بنا پر فاقہ کر رہا تھا اس کا فاقہ بندگی کی شکل اختیار کر کے باعث اجر و ثواب بن جائے۔

•۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ کو بدن کی زکوٰۃ سے تعبیر کیا ہے کہ کھانے پینے کے بند ہو جانے سے تھوڑی دیر انسان کی زندگی مادیات سے الگ ہو جاتی ہے اور انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ وہ جسقدر بھی مادیات سے الگ رہے گا روحانیت کو کام کرنے کا زیادہ موقع ملے گا اور نفس میں پاکیزگی کے امکانات زیادہ ہوں گے۔

اس کے علاوہ روزہ کو صحت کا وسیلہ بھی قرار دیا گیا ہے کہ دن بھر کے اوقات میں معدہ کو کام کرنے کا مکمل موقع مل جاتا ہے اور اس پر مزید کوئی بوجھ نہیں پڑتا ہے۔ اگر دنیا کے معاشروں کی اصلاح میں صحت عامہ کا موضوع بھی ایک اہمیت رکھتا ہے تو روزہ اس کا بھی بہترین ذریعہ ہے اور اس کے ذریعہ بہت سے مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ روزہ ترک لذات کے عنوان سے ہو، تیاری لذات کے عنوان سے نہ ہو۔ مسلمان معاشرہ کا سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ مسلمان کا وقت روزہ کے زمانہ میں زیادہ حصہ کھانے کی تیاری پر صرف ہو جاتا ہے۔ عورت دوپہر کے بعد سے مستقل باورچی خانہ کی نذر ہو جاتی ہے اور انواع و اقسام کے کھانوں کی تیاری شروع ہو جاتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روزہ بھوک پیاس کے ذریعہ عبرت اور اصلاح نفس کی تحریک نہیں ہے بلکہ بہترین کھانوں کی تیاری کی تحریک ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ مسلمان معاشروں میں ماہ رمضان میں کھانے کا بجٹ عام زمانوں سے زیادہ ہوتا ہے اور مسلمانوں کی توجہ کھانے کے انواع و اقسام پر سال بھر سے زیادہ ہوتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ روزہ ترک لذات اور ریاضت کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ بھوکے رہ کر کھانوں سے لذت اندوزی کا ذریعہ ہے۔

ظاہر ہے کہ جب روح عمل اسطرح مجروح ہو جائے اور سماج اسطرح کی جہالت کا شکار ہو جائے تو عمل بندگی بھی اپنا اثر

کھو بیٹھتا ہے اور ایک مشق ستم کے علاوہ کچھ نہیں رہ جاتا ہے۔

کاش مسلمانوں کا شعور دوبارہ بیدار ہو جائے اور وہ عبادت کے مفہوم پر غور کرکے اپنے کو بندگی کا خوگر بنائیں اور اسلامی تعلیمات کو اپنی خواہش پرستی کی قربان گاہ پر بھینٹ نہ چڑھائیں۔

بعض روایات نے انھیں خطرات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ بعض روزہ داروں کو دن کے روزہ سے بھوک اور پیاس کے علاوہ اور بعض نمازیوں کو ان کی نماز شب سے شب بیداری کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ روزہ برائیوں سے پرہیز اور محرمات سے اجتناب کی ایک یادمنت ہے۔ روزہ بھوک و پیاس اور محنت و مشقت کا نام نہیں ہے اور اسطرح نماز پروردگار کی بارگاہ میں حاضری کی تیاری ہے۔ نماز شب بیداری نہیں ہے۔ روزہ دار کے دل و دماغ کو غلط خیالات سے ایسی ہی پاک و پاکیزہ ہونا چاہیے جسطرح اس کا شکم کھانے اور پینے سے خالی اور صاف رہتا ہے۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک عورت کو اپنی خادمہ کو گالیاں دیتے ہوئے دیکھا تو اسے کھانے پر مدعو کرلیا۔ اس نے عرض کی کہ حضور میرا روزہ ہے ___ فرمایا کہ گالی بکنے والے کا کونسا روزہ ہوتا ہے روزہ بھوک پیاس کی مشق کے لئے واجب نہیں کیا گیا ہے۔ روزہ محرمات اور گناہوں سے پرہیز کا عادی بنانے کیلئے واجب کیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ معاشرہ میں یہ روح عمل پیدا ہو جائے تو معاشرہ کی اصلاح میں کیا کسر رہ جاتی ہے۔ مگر افسوس کہ مسلمان معاشرہ کا یہ عالم ہے کہ اکثر افراد روزہ کی حالت میں اس طرح غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہیں جیسے عقل، شعور، شرافت و انسانیت کی دنیا سے نکل کر کسی پاگل خانہ میں داخل ہو گئے ہوں کہ نہ زبان پر قابو رہ جاتا ہے اور نہ دل و دماغ پر۔

کھلی ہوئی بات ہے کہ ایسے عمل کو نہ روزہ کہا جا سکتا ہے اور نہ عبادت کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔

___ • روزہ کی اس ترک لذات اور تربیت نفس کی مہم نے گرمی کے روزوں کو سردی کے روزوں سے زیادہ اہم بنا دیا ہے جیسا کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی انسان شدید گرمی کے زمانہ میں روزہ رکھتا ہے اور پیاس کی شدت سے بے قرار ہو جاتا ہے تو پروردگار عالم ہزار فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اسکے چہرہ پر ہاتھ پھیریں اور اسے جنت کی بشارت دیں اور یہ خبر سنا دیں کہ وہ اس عالم میں جب افطار کریگا تو پروردگار اسکے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا۔

___ • سردی کے روزوں کے بارے میں بھی امام صادقؑ نے اس نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مومن کی زندگی میں یہ بہار کا زمانہ ہوتا ہے جہاں دن میں روزہ کی مشقت کم ہو جاتی ہے اور راتیں طویل ہو جاتی ہیں تو نمازوں کا موقع زیادہ مل جاتا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ انسان دن کے چھوٹے ہونے کو سہولت کا ذریعہ نہ بنائے بلکہ مشقت کی کمی پر شکر خدا کرتے ہوئے رات کے طول کو نمازوں کی کثرت کا ذریعہ بنائے اور گویا پروردگار کی بارگاہ میں یہ گذارش کرے کہ اگر دن کے چھوٹے ہونے کی بنا پر زیادہ مشقت برداشت کرنے اور جہاد نفس کرنیکا موقع نہیں ملا ہے تو میں اس کمی کو رات کی نمازوں کے ذریعہ پورا کروں گا اور اپنے ذوق بندگی کو مجروح نہ ہونے دوں گا۔

حرف آخر

روزہ کی اہمیت اور اصلاح معاشرہ میں اس کے اثرات کا اندازہ کرنا ہے تو اس تصور کا سہارا لینا ہوگا کہ اگر کوئی ایسا سماج پیدا ہو جائے جس کے افراد اپنے نفس پر اس قدر کنٹرول پیدا کرلیں کہ جب چاہیں کھانا پینا چھوڑ دیں۔ جب چاہیں حسن لذت سے بے نیاز ہو جائیں۔ جب چاہیں گرمی کی شدت کا مقابلہ کریں اور پانی کے اندر سر نہ ڈبونے پائیں۔ جب چاہیں زبان پر اتنا قابو پیدا

قرآن کے ساتھ ہمنشینی ہدایت میں اضافہ اور گمراہی میں کمی کا باعث ہے۔ (مولا علیؑ)

کریں کہ حرف غلط زبان پر نہ آنے پائے۔ سردی کی راتوں میں بھی اگر نجاست کی کیفیت پیدا ہو جائے تو اس کیفیت کو صبح تک باقی نہ رہنے دیں بلکہ صبح کے پہلے طہارت و پاکیزگی کا اہتمام کریں اور یہ سب کچھ ایک حاکم اور ایک مالک کے اشارہ پر ہو۔ جس کی حاکمیت اور مالکیت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والی ہے ____ تو ایسے سماج اور معاشرہ کے صالح ہو جانے میں کیا کسر رہ جاتی ہے اور اس میں برائی اور فساد کو داخل نہ ہونے کا کون سا راستہ مل سکتا ہے۔

افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی عبادتوں کو بھی عادتوں کا درجہ دے دیا ہے اور ان کی روح سے یکسر غافل ہو گئے ہیں۔ نماز خاص اوقات میں مسجد میں حاضری کی عادت ہے اور روزہ خاص اوقات میں ترک لذائذ کی علامت ہے۔ حج ایک تجارت کا سفر ہے اور زکوٰۃ ایک شہرت کا ذریعہ اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جب معاشرہ اندر سے اس قدر کھوکھلا ہو جائے تو باہر کے رکھ رکھاؤ سے اصلاح کا کام نہیں لیا جا سکتا ہے اور فساد کو ختم کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

اسلامی احکام کی افادیت کے لئے اس ماحول کی تشکیل بے حد ضروری ہے جس میں نظام صاحبان تقویٰ کے ہاتھ میں ہو اور عمل کی تربیت دینے والے صاحبان علم و معرفت ہوں تاکہ وہ ہر فرد کو عمل کی واقعی حیثیت اور اس کی روح سے آشنا بناتے رہیں اور معاشرہ اصلاح کی راہ پر گامزن رہے ورنہ معاشرہ صالح اور صحت مند قیادت سے محروم ہو گیا اور علم و اقتدار کا غلام بن گیا تو ہر عمل روح عمل سے محروم ہو جائے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ نظام کے ذمہ دار افراد شعبان کے آخر میں بیمار ہو جائیں گے اور ماہِ مبارک کے اختتام تک دوبارہ صحت مند ہو جائیں گے تاکہ عید کی مبارکباد قبول کر سکیں اور اصلاح معاشرہ کی اصلاح کے امکانات ختم ہو جائیں گے اور فساد بڑھتا ہی جائیگا اگرچہ فساد کو ایک دن ختم ہونا ہے اور کوئی بھی ظلم و ستم ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے۔ وارث پیغمبرؐ کا ظہور یقینی ہے اور عالم کی اصلاح بھی قطعی اور واقعی ہے وقت کا انتظار لازم ہے اور عمل کی تحریک ضروری ہے۔ نتیجہ اپنے وقت پر ظاہر ہوگا۔ کسان محنت آج کرتا ہے اور زراعت مہینوں کے بعد تیار ہوتی ہے۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ محنت بہرحال لازمی ہے اور نتیجہ بھی انشاء قطعی ہے ...

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

(بقیہ صـ۱۷) ماہ رمضان المبارک - ایک تعارف

تقریباً اسی رات میں قرآن ناطق اِدھر سے اُدھر رخصت ہو گیا۔ کائنات میں اندھیرا چھا گیا۔ ظلم و ستم کا راستہ کھل گیا اور آل محمدؐ کے حصہ میں ہر طرح کی مظلومیت آگئی۔ ملک کا نوحہ فضا میں گونج رہا۔ ارکانِ ہدایت منہدم ہو گئے۔ ریسمانِ ہدایت ٹوٹ گئی اور نبیؐ کا بھائی مارا گیا اور ذریتِ رسولؐ کے لئے مصائب کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ...

بزمِ مقالات

مقالہ نگاری کا انعامی سلسلہ

منتخب مقالہ پر دو سو۲ روپے انعام کے دیے جائیں گے

عنوان مقالہ: کردار سازی میں دعاؤں کا حصہ

مضمون وصول ہونے کی آخری تاریخ ۱۵ر مئی ۱۹۹۶ء

ادارہ

اگر مشرق و مغرب کے تمام لوگ مرجائیں اور قرآن میرے پاس ہو تو مجھے احساس تنہائی نہ ہوگا (زین العابدینؑ)

پیام اعظمی

اسلام ہی کیوں

"قرآن کی روشنی میں"

اب میں قرآن کا ورق الٹتا ہوں ـــــ پہلے فقرے پر نظر پڑتی ہے۔

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ" ـــــ

(اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے)

یعنی اس قدرت کاملہ اور رحمت واسعہ نے جو ہر شئے کو گھیرے ہوئے ہے اپنے دو نام "کیلئے لفظ "اللہ" کو محفوظ کیا ہے ـــــ اب میں اسی نام سے اسے پکاروں گا، اسے آواز دونگا، اس سے گفتگو کروں گا ـــــ کیسا مقدس، پیارا اور دل و دماغ کو مطمئن کر دینے والا نام ہے۔

میں نے جن تاروں کی چھاؤں میں راتیں گذاری ہیں، جن درختوں کے سایہ میں سفر کیا ہے، جن بادلوں کو برستے دیکھا ہے، جن پھلوں سے لذت کام و دہن حاصل کی ہے۔ جن پھولوں نے دل و دماغ کو معطر کیا ہے، جن دریاؤں کے پانی سے پیاس بجھائی ہے جس ماتا کی گود میں پرورش پائی ہے، جس شفقتِ پدری نے پروان چڑھایا ہے۔ سب یک زبان ہو کے آواز دے رہے ہیں کہ بے شک وہ ـــــ رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی" اس کی رحمت عام بھی ہے اور مخصوص بھی،

پہاڑوں سے گرنے والے آبشار زبان حال سے پکار رہے ہیں کہ ہمیں تمہارے لیے سقائی کے ساتھ پتھروں کو توڑ توڑ کے "ریت" بنانے کی ذمہ داری بھی سونپی گئی ہے تاکہ تم عمارتیں بنا سکو۔ برستے ہوئے بادل آواز دیتے ہیں کہ ہمیں ..... تمہارے جانوروں اور پیڑ پودوں کی پیاس بجھانے کی خدمت پر مامور کر دیا گیا ہے۔

کھلتے ہوئے پھول اور انھیں جھولا جھلانے والی "موجِ ہوا" آواز دیتی ہے کہ ہمیں تمہاری محفلوں کو معطر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پختہ ہو جانے کے بعد شاخوں سے ٹوٹ کے زمین پر گر جانیوالے پھل "زبانِ حال" سے کہتے ہیں کہ جب تک ہم تمہارے استعمال کے قابل نہ تھے شاخوں سے چپکے رہنے کا حکم تھا، پک جانے کے بعد ہمیں مجبور کر دیا گیا ہے کہ خود کو تمہارے قدموں میں گرا دیں اور ان پھلوں کی گٹھلیاں آواز دیتی ہیں ہمیں بیکار نہ سمجھنا ہم تمہاری آنیوالی نسلوں کے خدمت گذار ہیں۔

امنڈتے ہوئے سیلاب صدا دیتے ہیں کہ ہم تمہارے گھروں کو گرانے کے لیے نہیں بھیجے گئے ہیں ہمارا کام تمہارے کھیتوں کو زیادہ سے زیادہ زرخیز بنانا اور تمہارے تالابوں اور دریاؤں میں مچھلیوں کا ذخیرہ پہونچانا ہے تاکہ تمہاری غذائی ضرورت پوری ہو۔ گھر ہم نہیں تم گراتے ہو اپنی ناقص تعمیر اور ہمارے راستے میں رکاوٹوں کے ذریعے۔

آتش فشاں اپنے دھماکوں کی زبان میں آواز دے رہے ہیں کہ ہمارا کام تمہارے لیے زمین کے سینے میں چھپے ہوئے خزانوں کو باہر نکالنا ہے۔ ہماری شعلہ سامانیوں سے بچنا تمہاری اپنی ذمہ داری ہے۔

قبرستان کی طرف جاتے ہوئے جنازے زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں ہم تمہارے "تازہ واردانِ بساطِ حیات" کے لئے جگہ خالی کر کے جا رہے ہیں تاکہ نئے مہمانوں کو تکلیف نہ ہو۔

اور "موت" کہتی ہے ہمیں حکم ملا ہے کہ جادۂ حیات میں تھکے ہارے مسافروں کا بوجھ اتار کے انھیں اپنی آغوش میں سکون کی نیند سلائیں۔

الغرض میں اس کی رحمت کے گواہوں کے نرغے میں گھرا ہوا ہوں جس سے انکار ممکن نہیں میرے مالک نے سب سے پہلے اپنی اسی صفت کا ذکر کیا ہے یہ بھی اس کی رحمت کی دلیل ہے۔

قرآن کے دوسرے فقرے پر نظر پڑتی ہے۔

ساری تعریفیں اللہ کے لئے جو تمام عالمین کا پالنے والا ہے،

اور ــــ سر پر چمکتا ہوا سورج آواز دیتا ہے کہ میری روشنی اسی مالک کا عطیہ ہے۔ چاند زبانِ حال سے پکار رہا ہے میری پرسکون چاندنی اسی کا فیض ہے۔ ستارے بتا رہے ہیں کہ قمقموں کی جھلملاہٹ اسی کے کرم کا پرتو ہے۔ کھلتی ہوئی کلیاں، مہکتے ہوئے پھول شہادت دیتے ہیں کہ یہ اسی کی صنعت گری ہے کہ ہمیں رنگ و نکہت اور نہ مارے ہی مال جائے کانٹوں کو نشتر زنی کی صلاحیت بخش دی ــــ قابلِ تعریف وہ ہے ہم نہیں، اسے بھلا کے بیجا کی تعریف دیانتِ نظر نہیں، نظامِ کائنات سے بغاوت ہے۔

گہوارے میں ہمکتا ہوا شیر خوار، ماں کے سینے میں جوش کھاتا ہوا شیرِ مادر، دھڑکتے ہوئے دلوں میں مجبوروں کیلئے جذبۂ ہمدردی، ہواؤں میں غذا تلاش کرنے والے پرندے، سمندروں کی تہہ میں اگنے والے نباتات، زمین کے سینے میں چھپے ہوئے کیڑے، پتھروں میں دبے ہوئے جاندار، لاتعداد معذور انسانوں کی کامیاب زندگیاں، کئی من غذا کھا جانے والا ہاتھی اور ایک چھوٹے سے ذرے سے پیٹ بھر لینے والی چیونٹیاں، ہم زبان ہو کے گواہی دے رہی ہیں

"ہر حال میں وہی پالنے والا ہے"،

میں قرآن میں مرقوم آیات کو کائنات میں پھیلی ہوئی زندہ آیات سے ملاتا ہوں تو مجھے نظر آتا ہے کہ دونوں میں "سرِ مو" فرق نہیں۔ ایسی حسین اور مضبوط مطابقت کو دیکھ کے کہنا پڑتا ہے کہ قرآن کائنات کی تصویر اور کائنات قرآن کی تفسیر ہے۔

قول و عمل کی یہ ہم آہنگی مجھے یقین دلا رہی ہے کہ بلا شبہ "قرآن"، تیرے نام تیرے مالک کا پیغام ہے۔

اب مجھے الٰہیات کے کسی فلسفے کا دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت نہیں۔ کسی افلاطون و ارسطو سے علم کی بھیک مانگنے کی حاجت نہیں، اب میں قرآن کے آئینے میں ہر شے کا اصلی چہرہ دیکھ رہا ہوں میرے گرد و پیش قرآن کی روشنی پھیلی ہوئی ہے، میری نگاہوں میں ہر مشکل واضح اور ہر صورت بے نقاب ہے ــــ اب نہ مجھے "جامِ جم" چاہیے نہ قسمت حال بتانے والے "زائچے"، قرآن مجھے سب کچھ بتا رہا ہے ماضی، حال، مستقبل سب کی تفصیلات بتا رہا ہے ــــ اندرونِ جسم کی تصویر کشی کرنے والی "ایکسریز" صرف جسم کے مادی حصوں تک محدود رہتی ہیں مگر آیاتِ قرآنی کی شعاعیں تو روح کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہیں۔

مجھے کیا ضرورت ہے کہ دنیا کے مکتبہ ہائے فکر سے علم کی بھیک مانگوں؟ بند کمروں میں بیٹھ کے علم کی "پیاز" کے چھلکے اتارنے والے فلسفی مجھے کیا بتائیں گے؟ ابن سینا ہوں یا فارابی، رازی ہوں یا ابن رشد ــــ مجھے کسی سے

حاملان قرآن جنت کے مشہور و معروف افراد ہیں (مرسل اعظمؐ)

کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ـــــ مراقبے کے ذریعے حقائق کا پتہ لگانیوالے قطب ابدال ہوں یا دھیان سے گیان حاصل کرنیوالے "رشی منی" اب مجھے کسی سے کچھ پوچھنا نہیں ہے۔

قرآن مجھے ایک ایک ذرّے کی معنویت، مفہوم اور مقصد واضح لفظوں میں بتا رہا ہے۔

اب مجھے "وحدت الوجود، وحدت الشہود، محرکِ اوّل، مبداء، مجاز و حقیقت جیسی فلسفیانہ اصطلاحیں بے مصرف نظر آرہی ہیں اور متکلمین کی بحثیں دیکھ کے "اندھوں کا ہاتھی یاد آتا ہے"۔

"اور کشف و شہود، شاہد و مشہود، اور ہمہ اوست جیسے نعرے سن کے ہنسی آتی ہے۔ تب تک صرف میری عقل اور میرا شعور میری رہنمائی کر رہا تھا اور اب تو قرآن کی روشنی بھی میرے ساتھ ہے۔ اب مجھے جذب و سلوک اور "ترک و ترکِ ترک" جیسے جیستانی راستوں سے گذرنے کی ضرورت نہیں قرآن پوری وضاحت کے ساتھ سیدھے راستے کے تفصیلات بتا رہا ہے۔

مجھے ایران و ہندوستان کے صوفی شعراء کے وہ اشعار پڑھ کے حیرت ہوتی ہے جن میں ہجر و فراق کے راگ الاپے گئے ہیں، جدائی کے نوحے پڑھے گئے ہیں، اور وصل کی تمنا کی گئی ہے۔

غلام اور آقا میں جدائی کیسی؟ قرآن آواز دیتا ہے: "وہ تیری رگِ حیات سے بھی زیادہ قریب ہے"۔ اس سے زیادہ قریب کوئی نہیں، خود میں بھی اپنے وجود سے اتنا قریب نہیں جتنا میرا مالک مجھ سے قریب ہے ـــــ البتّہ معنوی اور رضامندی و خوشنودی کے اعتبار سے اچھے اعمال اس سے قربت اور برے اعمال دوری پیدا کر دیتے ہیں ورنہ ہم سب اسی کی آغوشِ رحمت میں پل رہے ہیں۔

قرآن کی روشنی میں یہ دنیا مجھے بازیچۂ اطفال نہیں بلکہ درسگاہِ معرفت نظر آرہی ہے اب یہ "حیرت کدہ" نہیں میرے لیے کارگاہِ علم و صداقت ہے، میرے سامنے "سراب" نہیں علم و آگہی کے سرچشمے ہیں۔

اب مجھے ہر نقش "نقش فریادی" نہیں نقشِ شکر گذار نظر آرہا ہے۔ کوئی شے "کاغذی پیراہن" میں نہیں بلکہ ہر شے بہترین و مناسب ترین لباسِ وجود میں دکھائی دیتی ہے . . .

ماخوذ از "مطالعۂ قرآن"
(علامہ جوادی)

جمع قرآن پر ایک نظر

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن مجید میں کسی بھی قسم کی تحریف و بے ترتیبی کا عقیدہ جمع و تدوین قرآن ہی سے پیدا ہوا ہے ورنہ کوئی بھی باخبر مسلمان اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہے کہ دور رسول اکرمؐ میں قرآن مرتب ہوا تھا اور بعد میں حکام جور نے اس کی ترتیب بدل ڈالی یا اس کے آیات کم کر دیئے۔ یہ سب باتیں اسی وقت پیدا ہوتی ہیں جب اصل جمع و ترتیب قرآن کا کام خلفاء اسلام اور حکام جور کے حوالے کر دیا جائے اور عجیب بات ہے کہ جن علماء تشیع نے تحریف و نقص قرآن پر اتنا زور دیا ہے ان کے یہاں جمع قرآن کی کوئی ایک روایت نہیں پائی جاتی ہے۔

حقیقت امر یہ ہے کہ صدر اسلام سے مذہبی تعصب نے مسلمانوں کے ذہنوں کو عمومی طور پر ایک ایسے سانچے میں ڈھال دیا تھا جس میں تحقیق سے زیادہ کام تردید کا ہو رہا تھا، ہر شخص دوسرے کے مذہب کو باطل کرنے کی فکر میں تھا اور مناظرانہ روش ذوق تفتیش پر غالب آگئی تھی، علماء شیعہ کی بھی ایک بڑی جماعت اسی روش پر چل پڑی۔ ان حضرات نے اس امر کی طرف توجہ نہیں کی کہ اس قسم کے روایات سے اسلام کی بنیادیں متزلزل ہو جاتی ہیں بلکہ اغیار کی روایات کا سہارا لے کر ان پر اعتراض کرنا شروع کر دیا۔ ابتدا میں یہ کام علمی سطح پر مناظرانہ انداز سے ہوتا رہا اور ظاہر ہے کہ مناظرانہ بحثوں میں فریق مخالف کے مسلمات پر زیادہ نظر ہوتی ہے اور اصل حقیقت پر کم۔ لیکن بعد کی آنے والی نسل نے اس نکتہ کو نظر انداز کر دیا اور اسی مناظرانہ بحث کو حقیقت کا رنگ دے کر تحریف قرآن کے عقیدے کو جزء مذہب بنا لیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ جو شخص خلفاء کے جمع قرآن اور اس سلسلے میں تحریف کا قائل نہ ہو گویا وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔

ضرورت ہے کہ اس جمع قرآن کے افسانے کی حقیقت کو تلاش کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ اس افسانے کی پشت پر کون سے عناصر کام کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں حسب ذیل امور قابل توجہ ہیں۔

۱۔ یہ تاریخ کا کھلا ہوا مسلمہ ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؑ نے تقاضائے بیعت کے جواب میں یہ کہا تھا کہ میں قرآن جمع کر رہا ہوں، اور اس سے یہ بات ظاہر ہو گئی تھی کہ علیؑ کی نظر میں قرآن کے جمع کرنے کا کام خلافت و حکومت سے زیادہ اہم ہے۔ اس کے بابت یہ بھی

ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب آپ نے وہ قرآن پیش کیا تو حکام وقت نے قبول کرنے سے انکار کردیا اہلبیتؑ دشمن عناصر نے وضع حدیث کے دور میں جب ان تاریخی حقائق پر نظر ڈالی تو ایک عجیب و غریب کشمکش سے دوچار ہو گئے، ایک طرف حضرت علیؑ کا اہتمام جمع قرآن اور دوسری طرف حکام وقت کی روش، جس سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ حسبنا کتاب اللہ حکومت کا قرآن سے کوئی رابطہ ہی نہیں ہے اس لئے ان لوگوں نے اس فضیلت کو خلفاء کی طرف منتقل کرنا شروع کر دیا اور ہر خلیفہ کی دلچسپی کو ظاہر کرنے کے لئے اس کی شان میں حدیثیں تیار ہونے لگیں اور اس طرح ایک قرآن تین مرتبہ مرتب ہو گیا۔ انھیں یہ بات یاد نہ رہی کہ اس سلسلے میں جو تفصیلات وضع کی جا رہی ہیں ان سے قرآن کا تقدس مجروح ہو رہا ہے۔

واضعین حدیث نے خلفاء وقت کے اہتمام سے زیادہ زور ان کی احتیاط پر دیا اور یہاں تک روایت تیار کر لی کہ دو ایک آیتیں خود حضرت عمر کی بھی منظور نہیں ہوئیں صرف اس بنیاد پر کہ ان کے پاس دو گواہ نہیں تھے اور یہ بات بھول گئے کہ اس طرح خلیفۂ وقت کا وقار خاک میں مل جائے گا اور دنیائے مستقبل یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے گی کہ جس شخص کا قول خود اس کی مقرر کردہ کمیٹی کے نزدیک معتبر نہ ہو وہ قرآن کا ترجمان اور اسلام کا سربراہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

۲۔ ان روایات کے وضعی ہونے کی دوسری اہم دلیل یہ ہے کہ انھیں جس اہتمام حفظِ قرآن کے اظہار کے لئے وضع کیا گیا تھا ان میں وہ بات دور دور تک نظر نہیں آتی ہے۔ بلکہ اہتمام سے زیادہ باہمی اختلاف کا حصہ نظر آتا ہے۔ واضعین حدیث کے پیش نظر کئی قسم کے کام تھے، اہتمام حکومت، مرتبۂ صحابیت، علم قرآن، تحفظ سیاست۔ اس لئے انھوں نے اپنی روایتوں میں تمام باتوں کا بندوبست کیا، کسی کے دل میں یہ احساس پیدا کرایا کہ اب قرآن کو جمع ہو جانا چاہیئے، کسی کو منتظم قرار دیا، کسی کے علم کو ظاہر کرنے کے لئے جمع قرآن کمیٹی کا ممبر بنایا اور کسی کی شخصیت کو گرانے کے لئے اس کمیٹی سے نکال دیا یہاں تک کہ ابن مسعود فریاد کرتے رہ گئے اور کوئی سننے والا نہ پیدا ہوا، ابن عباس کی شخصیت یکسر نظر انداز ہو گئی، دوسرے صحابہ پردہ کر گئے اور قرآن للہ الحمد کے ساتھ پس پردۂ تقدیر سے باہر آ گیا۔ یہ اور بات ہے کہ خلفاء وقت کا علم، ان کا احساس، ان کی صلاحیت اور ان کا اعتبار پردے ہی میں رہ گیا۔

۳۔ ان روایات کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ ان میں قرآن کمیٹی کا یہ اعلان مسلسل درج ہوا ہے کہ جس آیت کے دو گواہ نہ ہوں گے وہ درج قرآن نہ کی جائے گی اور اس طرح اعتبار قرآن کو دو گواہوں کے اعتبار سے مربوط کر دیا گیا ہے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ اسلام کا ابدی دستور، امت کا ملجا و ماویٰ، احکام الٰہیہ کا مصدر و مرکز دو صحابیوں کے اعتبار کا ممنون کرم ہو جائے اور وہ بھی ایسے دو صحابی جن کے نام تک صفحۂ تاریخ پر محفوظ نہ ہوں کہ اس آیت کی گواہی میں کون دو بزرگ تشریف لائے تھے۔

واضح لفظوں میں یوں کہا جائے کہ اسلامی آئین کی رو سے ہر حدیث کی صحت و کمزوری کا مرجع قرآن کریم کو قرار دیا گیا ہے اور قرآن کریم کا حال یہ ہے کہ اس کی

آیتیں دو دو صحابیوں کی شہادت سے آیت مانی گئی ہیں تو کیا ایسی حالت میں تین گواہ والی حدیث کو قرآن کی آیت پر مقدم نہیں کیا جائے گا؟ ___ ہونا تو یہی چاہیئے کہ اگر کسی حدیث کے تین راوی ہوں اور اس کا مضمون کسی آیت قرآنی سے ٹکرا جائے تو حدیث کو مقدم کر دیا جائے اور آیت کو ٹھکرا دیا جائے اس لئے کہ آیت کے آیت ہونے پر دو گواہ ہیں اور حدیث کے حدیث ہونے پر تین گواہ ہیں۔ کیا دنیا کا کوئی بھی با ذوق اور ہوشمند مسلمان اس فیصلے پر راضی ہو سکتا ہے؟ اور اگر نہیں تو کیا یہ بات تنہا اس امر کا زندہ ثبوت نہیں ہے کہ تحریف قرآن اور جمع قرآن کا افسانہ صرف خیر خواہوں کی ایجاد ہے اسے نہ حقیقت سے کوئی واسطہ ہے اور نہ عظمت اسلام سے۔

قیامت یہ ہے کہ قرآن کے دو گواہوں کے نام تک تاریخ میں محفوظ نہیں ہیں اور نہ کہیں یہ درج کیا گیا ہے کہ اس آیت کے گواہ فلاں فلاں بزرگ تھے جب کہ حدیث کے راویوں کے نام و نسب تک محفوظ ہیں تو گویا معلوم النسب افراد کی شہادت کے ہوتے ہوئے غیر معلوم النسب افراد کی شہادت کو مقدم کر دیا جائے گا؟ اور اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو ماننا پڑے گا کہ قرآن و حدیث کے ٹکراؤ میں ہمیشہ حدیث مقدم کی جائے گی اور آیت کو ترک کر دیا جائیگا۔

انصاف سے بتلایئے کیا اسلامی دستور کی توہین کا اس سے بڑا کوئی افسانہ تیار ہو سکتا ہے اور کیا جمع قرآن کی اس انوکھی فضیلت نے قرآن کی عظمت کو پامال نہیں کر دیا ہے۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ غیر اسلامی عناصر نے مسلمانوں کے درمیان گھس کر انھیں ایسے خرافات کے تسلیم کرنے پر آمادہ کر دیا ہے جن سے ان کے مذہب کا تقدس اسی طرح ختم ہو جائے جس طرح دیگر مذاہب کا تقدس مجروح ہو چکا ہے۔ ورنہ جمع و ترتیب قرآن کی کیفیت خود گواہ ہے کہ اسے دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا انسان بھی مرتب نہیں کر سکتا۔ آیات میں یہ نظم و نسق مضامین میں یہ ترتیب و تنظیم، سوروں میں یہ اجمال و تفصیل سوائے الہامی طاقت کے اور کس کے بس کی بات ہے ___ یہ اور بات ہے کہ قرآن مجید میں کچھ ایسی آیتیں بھی پائی جاتی ہیں جن کا بظاہر کوئی محل نہیں دکھائی دیتا اور اسی بے ترتیبی سے جمع قرآن کے عقیدے کو تقویت پہونچتی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ دو چار آیات کا بے ترتیب معلوم ہونا اور ان کی تنظیم و ترتیب کی مصلحت کا واضح نہ ہونا اس بات کا متقاضی نہیں ہے کہ سارے قرآن کو بے ربط اور بے ترتیب تسلیم کر لیا جائے جب کہ دوسری تمام آیتوں میں ایسی حسین تنظیم پائی جاتی ہے جسے جمع قرآن کمیٹی کے ارکان سمجھ بھی نہیں سکتے تھے۔ اس انداز سے مرتب کرنا تو بہت دور ہے۔

واضح لفظوں میں یہ کہا جائے کہ جمع قرآن کمیٹی میں کون ایسا رکن ہے جو چار آیات کے علاوہ قرآن کریم کی چھ ہزار آیتوں کو اتنی خوب صورتی اور ترتیب کے ساتھ اپنی جگہ پر بٹھا سکتا ہو جب کہ آج دنیا کا بڑے سے بڑا حافظ یا قاری بھی کسی ایک آیت کو اپنی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ نہیں رکھ سکتا ہے۔ عمر گذر جائے گی لیکن آیت کی جگہ نہ مل سکے گی اور یہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے بعض آیات کو اپنی جگہ غیر مناسب اور بے ربط خیال کیا

بقیہ ص ۵۱ پر

● ۔ ناظم علی خیر آبادی

قرأتِ قرآن

قرآن وہ ناموس الٰہی اور دستور خداوندی ہے جو انسان کی دنیا و دین کے اصلاح کا کفیل اور سعادت دنیا و آخرت کا ضامن ہے اس کی تمام آیتیں منبع فیاض ہدایت اور معدن ارشاد و رحمت ہیں۔ یہ انسان کو دائمی سعادت اور ہمیشگی کی کامیابی کی جانب لے جاتا ہے اسی قرآن کی توصیف کرتے ہوئے خالق نہج البلاغہ مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علیؑ نے بیان فرمایا ہے، "پھر آپ (نبیؐ) پر ایک ایسی کتاب نازل کی جو سراپا نور ہے جس کی قندیلیں گل نہیں ہوتیں وہ چراغ ہے جس کی لو خاموش نہیں ہوتی ایسا دریا ہے جو اتھاہ ہے ایسی شاہ راہ ہے جس پر چلنا بے راہ نہیں بناتا، ایسی کرن ہے جس کی چھوٹ مدھم نہیں پڑتی، وہ حق و باطل میں امتیاز کرنے والی ہے جس کی دلیل کمزور نہیں ہوتی ہے ایسی وضاحت کرنے والی ہے جس کے ستون منہدم نہیں ہوتے وہ مکمل شفا ہے جسکی موجودگی میں روحانی بیماریوں کا کھٹکا نہیں وہ سرتاسر عزت و غلبہ ہے جس کے ناصر ہزیمت نہیں کھاتے وہ حق ہے جس کے مددگار بے مدد نہیں چھوڑے جاتے وہ ایمان کا معدن و مرکز ہے علم کے چشمے اس سے پھوٹتے ہیں اور دریا کی صورت میں بہہ نکلتے ہیں اس میں عدالت کے چمن اور انصاف کے حوض ہیں وہ اسلام کی سنگ بنیاد اور اس کی اساس ہے حق کی وادی اور اس کا ہموار میدان ہے وہ ایسا دریا ہے جس کو پانی بھرنے والے ختم نہیں کر سکتے وہ چشمہ ہے جس سے پانی نکالنے والے خشک نہیں کر سکتے وہ ایسا گھاٹ ہے کہ اس سے پینے والوں سے پانی کم نہیں ہوتا ہے وہ منزل ہے جس کی راہ میں کوئی راہ گیر بھٹکتا نہیں ہے وہ نشان ہے جو چلنے والے کی نگاہ سے اوجھل نہیں ہوتا ہے وہ حق کا ٹیلہ ہے جس سے آگے قصد کرنے والا نہیں بڑھ سکتا اللہ نے اسے عالموں کی تشنگی کے لئے سیرابی فقیہوں کے دلوں کے لئے بہار اور نیکیوں کے لئے شاہراہ قرار دیا ہے یہ ایسی دوا ہے جس کے بعد کوئی مرض نہیں رہتا ہے ایسا نور ہے جس میں تیرگی کا گذر نہیں ہے ایسی رسی ہے جس کے حلقے مضبوط ہیں وہ چوٹی ہے جس کی پناہ گاہ محفوظ ہے جو اس سے وابستہ ہوا وہ عزت دار ہوا جو اس کے حدود میں داخل ہوا اس کے لئے پیغام صلح و امن ہے جو اسے اپنی طرف نسبت دے اس کے لئے حجت ہے جو اس کی رو سے بات کرے اس کے لئے دلیل و برہان ہے جو اس کی بنیاد پر بحث و مناظرہ کرے اس کے لئے گواہ ہے

جہاں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے وہاں برکت ہوتی ہے (امیر المومنینؑ)

جو اسے حجت بنا کر پیش کرے اس کے لئے فتح و کامرانی ہے جو اس کا بار اٹھائے وہ اس کا بار بٹانے والا ہے جو اسے اپنا دستور العمل بنائے وہ اس کے لئے مرکب تیز گام ہے یہ حقیقت شناس کیلئے ایک واضح نشان ہے۔ گمراہی سے ٹکرانے والے کے لئے سپر ہے، جو اسے گرہ میں باندھ لے اس کے لئے علم و دانش ہے بیان کرنے والے کے لئے بہترین کلام اور فیصلہ کرنے والے کے لئے قطعی حکم ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کے تمام کلام و اقوال کے مقابلہ میں کلام خداوند عالم کو وہی فضیلت حاصل ہے جو خالق عالم کو مخلوقات عالم کے مقابلہ میں حاصل ہے جس طرح خالق کی منزل کو کوئی مخلوق نہیں پہونچ سکتی اسی طرح قرآن مجید کے مرتبہ کو کوئی کلام نہیں پا سکتا ہاں یہ ضرور ہے کہ حضور ختمی مرتبت نے حدیث ثقلین میں قرآن و اہلبیتؑ کو ایک ساتھ بیان فرما کر دونوں کے بے مثل مرتبہ کو واضح فرما دیا ہے اور یہ ثابت ہو گیا ہے کہ قرآن نہ اہلبیت سے جدا ہو گا اور نہ اہلبیت قرآن سے علاحدہ ہونگے اور انسان کی نجات کا سامان تنہا قرآن میں نہیں ہے بلکہ قرآن و عترت دونوں سے وابستہ رہنے میں ہے۔ قرآن مجید تعلیمات و ارشادات کے تا ابد مجموعہ کا نام ہے اور اہلِ بیت طاہرین الفاظ کے دل میں چھپے ہوئے معانی و مطالب کے عالم ہیں رازدارانِ قرآن سے علم کی بھیک لینا اور پھر اس کے مطابق عمل کے میدان میں آگے بڑھنا ہی کامیابی اور کامرانی ہے۔

قرآن مجید وہ واحد کتاب ہے جس کی قرأت و تلاوت میں بھی فائدے ہیں تو اگر اس کی بات و فقرات میں تدبر و تفکر کیا جائے تو کیونکر فائدے نہ ہوں گے۔ قرأتِ قرآن کے فضائل معصومینؑ نے کثرت سے بیان فرمائے ہیں ان میں سے صرف چند احادیث کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اکرمؐ کا ارشادِ گرامی ہے "جس شخص نے رات میں قرآن کی دس آیتوں کو پڑھا وہ غفلت شعاروں میں نہ رہے گا۔ اور جس نے پچاس آیتوں کو پڑھا وہ ذکر خدا کرنے والوں میں شمار ہوگا اور جس نے سو آیتوں کو پڑھا وہ قانتین (دعا کرنیوالوں) میں ہوگا اور جس نے دو سو آیتوں کو پڑھا وہ خاشعین میں سے ہوگا اور جس نے تین سو آیتوں کو پڑھا وہ فائزین میں سے ہوگا۔ جس نے پانچ سو آیتوں کی قرأت کی وہ مجتہدین میں سے ہوگا"..........

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ــــ قرآن اللہ کا ایک عہد ہے مخلوقات سے مسلمان کیلئے لازم ہے کہ وہ اپنے عہد پر نگاہ رکھے اور روزانہ پچاس آیتوں کی قرأت کرے ــــ تم میں بازار میں مشغولیت رکھنے والے تاجر کو بھی کام دوبارہ نہ رکھے کہ جب وہ گھر لوٹ کر آئے تو اس وقت تک نہ سوئے جب تک قرآن کا ایک سورہ پڑھ نہ لے اور اگر اس نے قرأت کر لی تو ہر آیت کے بدلہ میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور دس گناہ محو کئے جائیں گے۔ اس کے بعد امامؑ نے فرمایا ــــ تمہارے اوپر قرآن مجید کی تلاوت لازم ہے یقیناً درجاتِ جنت آیات قرآنی کے عدد کے مطابق ہیں روز قیامت قرأت قرآن کرنے والے سے کہا جائے گا پڑھو اور

بلند ہو جاؤ جب وہ ایک آیت پڑھے گا تو ایک درجہ بلند ہو جائے گا۔ پیغمبر اکرم ص جناب سلمان فارسی ع سے خطاب کر کے ارشاد فرماتے ہیں "تمہارے لئے قرآن مجید کی قرأت لازم ہے کیونکہ اس کی قرأت میں گناہوں کا کفارہ اور جہنم سے پناہ اور عذاب سے حفاظت ہے ہر آیت کے پڑھنے کا ثواب وہی ہے جو سو شہیدوں کا ہے ہر سورہ کے عوض میں نبی مرسل کا ثواب ہے قرآن کی تلاوت کرنے والے پر رحمت نازل ہوتی ہے ملائکہ اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور جنت اس کی مشتاق ہوتی ہے۔ خدا اس سے راضی ہوتا ہے۔ صاحبان ایمان جب قرآن پڑھتے ہیں تو خداوند کریم ان کی جانب نگاہِ رحمت ڈالتا ہے اور ہر آیت کے بدلہ میں ایک حور عطا کرے گا۔ ہر حرف کے عوض میں صراط پر نور عطا کرے گا جب قرآن ختم کر لیتا ہے تو ان تین سو تیرہ نبیوں کا ثواب عطا کرتا ہے جنہوں نے پیغام رب کو پہونچایا ہے اور گویا کہ ان تمام کتابوں کی قرأت کر لی جو خدا نے اپنے نبیوں پر نازل کی تھی۔ خداوند کریم اس کے جسم کو جہنم پر حرام قرار دے دیتا ہے وہ اپنی جگہ سے نہیں اٹھیگا مگر یہ کہ خداوند عالم اسے اور اس کے والدین کو بخش دیگا اسے خداوند عالم قرآن کے ہر سورہ کے بدلہ میں جنت میں شہر عطا کرے گا ہر شہر سبز موتیوں کا بنا ہوگا ہر شہر میں ہزار گھر ہوں گے ہر گھر میں ہزار حجرے ہوں گے ہر حجرہ میں ایک لاکھ بیت نور ہوں گے۔ ہر بیت میں ایک لاکھ دروازہ رحمت ہوں گے ____

اے مسلمانو جب مومن قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو خدا اس پر رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے اور ہر حرف کے بدلہ میں ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو روز قیامت تک تسبیح کرتا رہتا ہے خداوند عالم کے نزدیک علم سیکھنے کے بعد کسی شی کا اگر سب سے زیادہ مرتبہ ہے اور پسندیدہ ہے تو وہ قرآن کے پڑھنے کا ہے خدا کی بارگاہ میں سب سے زیادہ محترم انبیاء کے بعد علماء ہیں پھر حاملین قرآن یہ بھی دنیا سے ایسے ہی جائیں گے جیسے انبیاء اور قبروں سے انبیاء کے ساتھ محشور ہوں گے صراط پر انبیاء کے ساتھ گذریں گے انبیاء کا ثواب پائیں گے خوشا نصیب طالب علم اور حاملین قرآن کے لئے کہ ان کا کتنا عظیم مرتبہ اور شرف ہے خداوند عالم کے نزدیک۔

دوسرے مقام پر حدیث معصوم ع میں تذکرہ فرمایا گیا ہے کہ اگر تم نیک بختوں کی سی زندگی اور شہیدوں کی سی موت، روز محشر نجات، قیامت کے روز سایہ اور گمراہی کے وقت ہدایت چاہتے ہو تو قرآن پڑھو کیونکہ یہ کلام رحمٰن ہے، شیطان سے پناہ ہے اور میزان عمل ثقل کا ذریعہ ہوتا ہے ____ نماز میں قرآن کا پڑھنا نماز کے علاوہ میں پڑھنے سے افضل ہے اور نماز کے علاوہ میں قرآن کا پڑھنا ذکر خدا سے افضل ہے اور ذکر خدا صدقہ سے بہتر ہے اور صدقہ روزہ سے افضل ہے اور روزہ جہنم کی سپر ہے۔

پیغمبر اسلام ص سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل خداوند عالم کے نزدیک سب سے بہتر ہے آپ ص نے فرمایا قرآن کا پڑھنا کہ اگر تم مر بھی جاؤ گے تب بھی تمہاری زبان ذکر خدا سے تر و تازہ رہے گی ____ قرآن مجید کا ظاہر خوشنما ہے اور اس کا باطن عمیق ہے۔

قرآن کی قرأت کا فائدہ قاری کے ساتھ ساتھ ان جگہوں کو بھی ملتا ہے جہاں وہ پڑھا جاتا ہے۔ ایک

جس گھر میں تلاوت نہیں ہوتی وہاں شیطان آتے ہیں (امیرالمومنینؑ)

جانب صبح و شام تلاوت کی آواز کا بلند ہونا شعارِ الٰہی کے قیام کا ذریعہ ہوتا ہے اور دوسری طرف اسلام کی عظمت کے نقوش سامعین کے دلوں میں جمتے چلے جاتے ہیں، چنانچہ حدیث پیغمبرؐ میں وارد ہوا ہے وہ گھر جس میں قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے اور ذکر خدا ہوتا ہے اس کی برکت میں اضافہ ہو جاتا ہے ملائکہ اس گھر میں حاضر ہوتے ہیں اور شیطان اس سے دور رہتا ہے وہ گھر آسمان کے رہنے والوں کے لئے روشن ہوتا ہے جس طرح زمین کے لوگوں کے لئے ستارہ روشن ہوتا ہے جس گھر میں قرآن کی تلاوت نہیں ہوتی ہے اور ذکر خدا نہیں ہوتا ہے اس کی برکت کم ہو جاتی ہے شیاطین آجاتے ہیں اور ملائکہ اس گھر سے دور رہتے ہیں۔

قرآن مجید زبانی بھی پڑھا جا سکتا ہے اور حروف و الفاظ پر نگاہ کرتے ہوئے بھی تلاوت ہو سکتی ہے لیکن جتنا فائدہ دیکھ کر پڑھنے میں ہے وہ زبانی تلاوت کرنے میں نہیں ملتا ہے۔

اسحاق بن عمار امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحابی نے امامؑ سے عرض کیا کہ میں نے قرآن کو یاد کر لیا ہے میں اسے زبانی پڑھتا ہوں تو کیا اسے زبانی پڑھنا زیادہ افضل ہے یا قرآن میں دیکھ کر۔ امامؑ نے فرمایا کہ اسے قرآن مجید میں دیکھ کر پڑھا کرو، کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ قرآن کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ جو شخص قرآن مجید کو پڑھے اس پر نگاہ رکھتے ہوئے تو اس کی نگاہ لطف اندوز ہو گی بصارت میں تیزی ہو گی اور اس کے والدین کے لئے سختی میں تخفیف ہو گی چاہے وہ دونوں کافر ہی کیوں نہ ہوں۔

قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنے کی جانب متوجہ کرنے میں ایک راز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن کے نسخوں کی کثرت ہو اگر زبانی ہی پڑھنے پر اکتفا کی جائے گی تو یا تو نسخے کم ہو جائیں گے یا بالکل ہی ختم ہو جائیں گے نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان کا خطا کار ذہن اپنی غلطیوں کے نتیجہ میں اس میں تحریف و تبدیلی کر دے گا اگرچہ قرآن کی حفاظت کا وعدہ خود مالک کتاب کا ہے اور وہ محفوظ رہے گا۔ اس تک کسی انسان کی رسائی نہیں ہو سکتی ہے۔

حدیث مذکور کا فقرہ بتاتا ہے کہ قرآن دیکھ کر پڑھنے میں اندھے پن اور آشوب چشم سے حفاظت ہے نیز یہ کہ جب پڑھنے والا دیکھ کر پڑھتا ہے تو ابتہاج نفس پیدا ہوتا ہے اور بصارت و بصیرت میں زیادتی ہوتی ہے کیونکہ جب الفاظ پر نگاہ پڑتی ہے اور اپنی فکر کو معانی کی گہرائی میں ڈال دیتا ہے اور اس کے معارف و تعلیمات کے بارے میں غور کرتا ہے تو نفس کو ایک ایسی لذت ملتی ہے جس میں وہ برابر ڈوبا رہنا چاہتا ہے۔

پروردگار عالم نے خود بھی قرآن کے پڑھنے والوں سے مطالبہ کیا ہے کہ صرف لفظوں کو زبان پر جاری ہی نہ کریں اس کا بھی ثواب ہے لیکن صاحب عقل و شعور کی حد پرواز یہیں ختم نہ ہونا چاہیئے بلکہ اس کی عقل اور شعور کا تقاضا ہے کہ وہ تدبر و تفکر کو بروئے کار لائے "کیا وہ لوگ قرآن میں تدبر و تفکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں" ترک تفکر قرآن پر توبیخ عظیم کا ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآن مجید کی آیتوں اور فقروں کی قرات معانی و مطالب کے سہارے ہونی چاہیئے۔ دور رسالتؐ

میں نزول قرآن کی فضا میں جب ذمہ دار قرآن نباض فطرت انسانی رسول اکرمؐ صاحبان ایمان کو دولت قرآن سے مالامال کر رہے تھے تو اس وقت کا طریقہ یہ تھا: "ہم صحابہ میں سے کوئی شخص اگر دس آیات قرآن کو حاصل کرتا تھا تو دوسری دس آیتیں اس وقت تک نہیں حاصل کرتا تھا جب تک وہ یہ سمجھ نہیں لیتا تھا کہ ان میں کیا علم ہے اور کیا عمل ہے"

ـــــــ دوسری حدیث میں ان لفظوں میں اعلان فرمایا گیا کہ رسول اکرمؐ اصحاب کو دس آیات قرآنی سناتے تھے وہ لوگ ان دس آیات سے دوسری دس آیتوں کی جانب تجاوز نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ وہ سیکھ لیتے تھے کہ اس میں کیا عمل ہے آنحضرتؐ انھیں سکھاتے تھے پڑھنا اور اس پر مکمل طور پر عمل کرنا۔

ظاہر ہے کہ قرآن مجید وہ عظیم کتاب ہے جس کو خدا نے ایسا نظام بنا کر نازل کیا ہے جس کی پابندی لوگوں کو دنیا میں راہِ ہدایت سے ہم کنار کرتی ہے اور جس کی روشنی آخرت کی طرف جانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے یہ امور تب تک حاصل نہیں ہو سکتے جب تک اس کے معانی و مطالب کے بارے میں غور وفکر سے کام نہیں لیا جائے گا یہ عقلی فیصلہ ہے جس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے، قرآن مجید کی آیتیں خزانہ ہیں جب بھی خزانہ کھولا جائے تو بہتر یہ ہے کہ اس میں غور و فکر کی جائے ـــــــ قرآن مجید کے خصوصیات پر نگاہ رکھنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اگر قرأتِ قرآن کے وقت غور و فکر سے کام نہ لیا گیا تو مقصد قرآنی پامال ہو جائے گا چنانچہ رسول اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے جسے امیرالمومنین حضرت علیؑ نے بیان کیا ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ عنقریب فتنوں کا زمانہ آئیگا، میں نے پوچھا کہ اس سے نکلنے کا راستہ کیا ہوگا آنحضرتؐ نے فرمایا اللہ کی کتاب، اس میں ماضی کی خبریں اور مستقبل کی اطلاعات ہیں۔ یہ تمہارے درمیان حاکم ہے اس کا فیصلہ مستحکم ہے تفریح نہیں ہے یہ وہ کتاب ہے کہ اگر کسی سرکش نے اسے ترک کر دیا تو اللہ نے اس کی کمر توڑ دی جس نے اس کے علاوہ سے وابستہ رہنے میں ہدایت چاہی اسے خدا نے گمراہ کیا وہ اللہ کی مضبوط رسی ہے اس سے خواہشات بے راہ نہیں ہوتیں زبانیں اشتباہ میں پڑ کر گمراہ نہیں ہوتیں علماء اس سے سیر نہیں ہوتے یہ مسلسل تکرار سے پرانی نہیں ہوتی اسکے عجائبات ختم نہیں ہوتے۔ ـــــــ جس نے قرآن کے ذریعہ گفتگو کی اس نے صداقت سے کام لیا جس نے قرآن کے ذریعہ فیصلہ کیا وہ عدالت شعار بنا جس نے قرآن کے ذریعہ عمل کیا اس نے اجر حاصل کیا جس نے اس کی طرف دعوت دی اس نے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کی۔

بعض ناواقف حقیقت اذہان میں یہ خیال گردش کرتا ہے کہ قرآن مجید میں جو گذشتہ امتوں کے واقعات بیان ہوئے ہیں یا جو آیات اور سورے خاص قوموں، افراد اور شخصیتوں سے متعلق ہیں ان سے ہمارا تو کوئی واسطہ ہے نہیں وہ بس انھیں کے لئے مخصوص تھے اور انھیں پر وہ خصوصیات ختم ہو گئے۔ اصل میں یہ قرآن سے عدم واقفیت کی ایک دلیل ہے قرآن مجید رہتی دنیا تک کے لئے ہادی بن کر آیا ہے۔ وہ وقت کی قید

رمضان کا استقبال قرآن سے کرو - (امام صادقؑ)

اور زمانہ کی حدبندی سے ماوراء ہے جس طرح رسول اکرمؐ کی رسالت باقی ہے اور کلمۂ اذان اور اقامت میں "محمد اللہ کے رسول ہیں" کہا جاتا ہے اور مستقبل میں بھی کہا جاتا رہیگا اسی طرح قرآن مجید خالق بشر کی کتاب ہونے کے ساتھ کل بھی ہدایت تھا آج بھی ہدایت ہے اور مستقبل میں بھی ہدایت رہیگا اس کے بیانات نہ کل پرانے تھے نہ آج ہوئے ہیں اور نہ کل ہوں گے وہ ایک زندہ حقیقت ہے اور نگاہ فکر اور نظر عقل رکھنے والے کے لئے درس ہے اگر قرآن کی کوئی ایک بات بھی مردہ ہوجائے اور اس کی افادیت ختم ہوجائے تو قرآن کی افادیت خطرہ میں آجائیگی اور اس کی دستوری حیثیت کے اعتبار پر حرف آنے لگے گا۔ تفسیر قرأت میں تذکرہ کیا گیا ہے "اگر کوئی آیت کسی قوم کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہو اور وہ قوم ختم ہوگئی ہو تو اگر وہ آیت مردہ ہوگئی تو قرآن کی کوئی چیز باقی نہیں رہے گی لیکن قرآن جیسے پہلے والوں کے لئے جاری وساری تھا اسی طرح بعد والوں پر بھی رہے گا جب تک آسمان وزمین ہیں اور ہر قوم کے لئے آیت ہے جسکی تلاوت سے وہ خیر وشر کو پہچانتے رہتے ہیں" ____ دوسری حدیث میں ارشاد ہوتا ہے "قرآن زندہ ہے اس کیلئے موت نہیں ہے۔ آیت زندہ ہے موت نہیں آئے گی اگر قرآن مجید کی کوئی آیت کسی قوم کے بارے میں نازل ہو اور وہ قوم مرجائے اور اسکی وجہ سے آیت بھی مردہ ہوجائے تو نتیجہ میں پورا قرآن مردہ ہوجائے گا لیکن آیت جاری ہے بعد والوں پر جس طرح گذشتہ لوگوں پر جاری تھی" ____ امام جعفر صادقؑ علیہ السلام نے فرمایا ہے "قرآن زندہ ہے اسے موت نہیں آئی ہے وہ اسی طرح جاری وساری ہے جسطرح شب وروز اور شمس وقمر وہ بعد والوں پر اسی طرح نافذ ہے جس طرح پہلے والوں پر نافذ تھا" مولائے کائنات امیرالمومنین حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا "کوئی شخص قرآن کے پاس نہیں بیٹھتا ہے (پڑھتا ہے یا سنتا ہے) مگر یہ کہ جب اٹھتا ہے تو یا تو زیادتی کے ساتھ اٹھتا ہے یا کمی کے ساتھ۔ ہدایت میں زیادتی ہوتی ہے اور گمراہی اور ناواقفیت میں کمی ہوتی ہے۔ قرآن کے بعد فاقہ کا تصور نہیں ہے اور قرآن کے قبل مالداری کا خیال غلط ہے تمہیں اپنے امراض میں قرآن سے شفا طلب کرنا چاہیئے۔ اور اپنے مصائب میں اس سے مدد طلب کرنا چاہیئے یقیناً قرآن میں سب سے بڑے مرض کے لئے شفا ہے اور وہ مرض کفر، نفاق، گمراہی اور بغاوت ہے پس خدا سے سوال کرو قرآن کے ذریعہ اس سے نجات کا"

قرآن کریم کی تلاوت کے وقت آیات پر غور وخوض کرنا رسول اکرم کا اتنا پسندیدہ طریقہ تھا کہ آپ نے ابن مسعود سے فرمایا کہ جب کتاب خدا کی تلاوت کرو اور ایسی کسی آیت کو پڑھو جس میں امر و نہی ہو تو اس پر بار بار نگاہ ڈالو اور اس سے عبرت حاصل کرو اور اسے نہ بھولو کیونکہ اسکی نہی رہنمائی کرتی ہے معصیت کے ترک کرنے کی طرف اور اس کا امر ہدایت کرتا ہے نیک عمل کی جانب ____ اور امام صادقؑ نے فرمایا ہے "قرآن کی تلاوت لازم ہے اور جب قرآن پڑھو تو جب ایسی کسی آیت کو پڑھو جس میں کسی گذشتہ قوم کی نجات کا تذکرہ ہو تو جس عمل سے انھیں نجات ملی تھی اس پر عمل کرو اور جب کسی ایسی آیت پر پہونچو جس سے سابق کی امت کے ہلاک ہونے کا پتہ چلتا

ہو تو اس عمل سے پرہیز کرو جس سے وہ ہلاک ہوئی تھی ــــــ اور اگر دم تلاوت قرآن مجید عمل کرنے، زندگی کے سنوارنے اور آخرت کی نجات کے حاصل کرنے کا خیال آ جائے تو قرآن مجید کا ایک جملہ بھی کافی ہو سکتا ہے اور اسی سے انسان ہدایت حاصل کر سکتا ہے چنانچہ روایت میں تذکرہ آیا ہے کہ ایک شخص آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا تاکہ قرآن مجید کی تعلیم لے آنحضرتؐ نے اسے تعلیم دی جب وہ قرآن مجید کی اس آیت، فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ جس نے ذرہ برابر نیکی کی اس کی جزا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی اس کی سزا پائے گا، تو اس نے کہا کہ یہ میرے لئے کافی ہے اور چلا گیا۔ آنحضرتؐ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا کہ وہ شخص فقیہ ہو کر پلٹا۔

قرأت قرآن کے ظاہری آداب میں جس بات کا تذکرہ کیا جاتا ہے وہ یہی ہے "عربوں کی لحن اور صوت میں قرآن کو پڑھا جائے فاسقوں اور کبیرہ گناہوں میں کھلم کھلا مبتلا ہونے والوں کے لہجہ اور آواز سے پرہیز کیا جائے، قرآن مجید کو گٹکری یا کے ذریعہ گانا بننے سے بچایا جائے، اچھی آواز قرآن کے حسن میں زیادتی پیدا کر دیتی ہے اور یہی قرآن کا زیور بھی ہے اور جب امام زین العابدینؑ یا امام محمد باقرؑ قرآن کی تلاوت فرماتے تھے تو حسن صوت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ سقا راہ چلتے ہوئے رک کر سننے میں مشغول ہو جاتے تھے اور راہ گیر محویت کے عالم میں سفر بھول جاتے تھے اور آواز کے حسن پر ہمہ تن گوش ہو جاتے تھے ــــــ یہ تمام خوبیاں اسی وقت پیدا ہوتی ہیں جب مخارج، رموز او قاف، مد، ادغام و قواعد تجوید کا لحاظ رکھتے ہوئے قرآن کی تلاوت کی جائے جو تنظیم المکاتب سے شائع شدہ تجوید بالغان میں دیکھے جا سکتے ہیں ــــــ اور قرآن کی تلاوت کا باطنی ادب یہ ہے کہ اس کی آیات کے بارے میں غور و خوض سے کام لیا جائے اور درس و عبرت حاصل کر کے اپنی زندگی کو سنوارنے کی فکر کی جائے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام صادقؑ نے دعا کے چند جملے پیش فرمائے ہیں۔ خدایا میری نگاہ کو اس میں عبادت اور میری قرأت کو فکر اور میری فکر کو عبرت قرار دے ــــــ قرأت کے وقت میرے کان کو بند نہ کر دے، میری آنکھ پر پردہ نہ ڈال، میری قرأت ایسی نہ ہو جس میں تفکر نہ ہو بلکہ ایسی قرأت بنا دے کہ اس کی آیتوں اور حکموں کے بارے میں غور و فکر سے کام لوں اور تیرے دین کے احکام پر عمل کروں۔ ●●●

قطعہ

اے خدا رحم کر غریبوں پر
بے عمل قوم اعتکاف میں ہے
چھوڑے تھے مصطفیٰؐ نے دو رہبر
ایک پردے میں ایک غلاف میں ہے

پیام اعظمی

تحریف و ترتیب قرآن

ماخوذ از مطالعہ قرآن (علامہ جوادی)

تحریف کا مسئلہ امتِ قرآن میں اس قدر زیادہ اہمیت رکھتا ہے کہ شاید ہی کوئی ایسا صاحبِ قلم ہو جس نے قرآن کے بارے میں کچھ لکھا ہو اور تحریف کو موضوعِ سخن نہ بنایا ہو۔ تصنیف و تالیف کے قرونِ اولیٰ سے آج تک متعدد کتابیں اور رسالے اس موضوع پر منظرِ عام پر آچکے ہیں اور موافق و مخالف دونوں پہلوؤں کو باقاعدہ اجاگر کیا جا چکا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ دورِ قدیم میں مسئلہ تحریف اتنی شہرت حاصل کر چکا تھا کہ مخالفین میں مکمل طور پر مخالفت کرنے کی ہمت نہ تھی اور انھیں بھی یہ احساس تھا کہ کہیں اس مخالفت سے اصولِ مذہب پر کوئی حرف نہ آجائے بہرحال یہ داستان بڑی المناک اور غم انگیز ہے۔ اس کی تفصیلات کا پیش کرنا اور صحیح صورتِ حال کی وضاحت بڑی حد تک ضروری ہے اس لئے ہم اس وادیٔ پُرخار میں قدم رکھتے ہیں اور کانٹوں کو ہٹا کر پھول چن لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

معانی تحریف: تحریف کے اصلی معنی ہیں "کسی شے کو اس کی اصلی حالت سے ہٹا دینا"

اور ظاہر ہے کہ کسی شے میں بھی تبدیلی کے بہت سے امکانات ہو سکتے ہیں اور انھیں امکانات کی بنا پر لفظ تحریف بھی علماء اسلام میں متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے۔

۱۔ تحریف معنی: یعنی کسی کلمہ کو اس کی حالت پر باقی رکھ کر اس کے معانی میں تبدیلی پیدا کر دینا۔ اس صورت کو تحریف اس لئے کہتے ہیں کہ لفظ درحقیقت معنی کے لئے ایک علامت یا آئینہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی ایجاد اور اس کا استعمال دونوں معنی کے افہام و تفہیم کے لئے ہوتا ہے۔ اگر دنیا میں معانی کا وجود اور ان کے نقل و انتقال کی ضرورت نہ ہوتی تو لفظوں کا کوئی نام و نشان بھی نہ ہوتا اور جب لفظوں کی ساری حیثیت معانی کی وجہ سے قائم ہے، ان کے زیر و زبر کا سارا اہتمام دلحاظ معانی کے افہام و تفہیم کے لئے ہوتا ہے تو کسی لفظ کے معنی میں تبدیلی پیدا کر دینا لفظ کو اس کی اصلی جگہ سے ہٹا دینے کا بہترین مصداق ہے گویا الفاظ و کلمات کی اصل جگہ ہے ان کے اصلی معانی اور جب کسی لفظ کو اس کے اصلی معنی سے الگ کر دیا گیا تو گویا اسے اپنی جگہ سے ہٹا دیا گیا۔ خود قرآن مجید نے بھی یہودیوں کے بارے میں اس تحریف کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ "یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ" (یہ لوگ کلمات کو ان کی جگہ سے ہٹا دیتے ہیں) — ظاہر ہے کہ نبی اکرمؐ کے دور کے یہودی نہ قرآن کے کلمات کی جگہیں بدل رہے تھے اور نہ توریت کے کلمات کی۔ یہ بات ان کے امکان سے باہر ہو چکی تھی۔ توریت بھی ایک خاص شکل میں آچکی تھی اور قرآن کا نگراں و ذمہ دار موجود تھا۔ ان کی تحریف کا مقصد صرف الفاظ کو ان کے اصلی معانی سے ہٹا دینا تھا تاکہ حقائق پر

رمضان میں قرابت داروں کے ساتھ نیکی کرنیوالا قیامت کے دن رحمت خدا کے سائے میں ہوگا (رسول کریمؐ)

ایمان نہ لانا پڑے ـــ اور یہ تحریف وہ ہے کہ جو قرآن مجید کے بارے میں ہر دور میں مسلم رہی ہے خود قرآن نے بھی اعلان کیا ہے " فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِیْلِهٖ " (جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ ان کی کوئی تاویل تلاش کر کے کوئی نیا فتنہ برپا کر دیں) ـــ کھلی ہوئی بات ہے کہ قرآن کو فتنہ گری کا سامان بنانے والے تحریف کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں۔

دوسرا سب سے بڑا اہم ثبوت یہ ہے کہ اگر آیات قرآنی میں معانی کی تبدیلی نہ ہوتی تو آج قرآن کی پرستار امت میں اتنے فرقے نہ ہوتے ـــ امت اسلامیہ میں ۷۳ فرقوں کا وجود اور سب کا قرآن مجید سے استدلال اس بات کا زندہ ثبوت ہے کہ ساری امت نے خدائی معانی پر اعتماد نہیں کیا ہے۔

لیکن یہ یاد رہے کہ یہ تحریف قرآن کریم کے تقدس کے لئے کوئی ضرر نہیں رکھتی ہے بلکہ مفید ہے اسلئے کہ معانی کے ساتھ کھیلنے کی ضرورت اسے پڑتی ہے جو خود الفاظ کو برباد نہیں کر سکتا اور نہ ظاہر پر قابو پا لینے والے باطن کے پیچھے نہیں دوڑا کرتے ہیں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ امت اسلامیہ میں عظمت قرآن اس قدر مسلم تھی کہ فتنہ گروں کا فتنہ الفاظ و کلمات پر نہیں چل سکا اسلئے سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کے لئے تحریف معانی کا سہارا لیا گیا۔

۲۔ **تحریفِ حرکات :** یعنی زیر و زبر وغیرہ کا فرق ـــ اس تحریف کے بارے میں گفتگو کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے اس لئے کہ آج بھی ایک ایک لفظ میں متعدد قراءتیں پائی جاتی ہیں جن میں حرکات کے اعتبار سے اختلاف ہے اور یہ طے ہے کہ یہ ساری قراءتیں نازل نہیں ہوئی تھیں بلکہ یہ قاریوں کے ذاتی ذوق کا نتیجہ تھیں۔ تحریف حرکات کا ایک بڑا سبب مختلف اقوام و قبائل کی تلاوت میں مضمر تھا۔ ہر قبیلے کا ایک لہجہ تھا اور ہر قوم کا ایک اصول قراءت تھا۔ اسی لہجے کی تبدیلی اور اصولوں کے تغیر نے کلمات میں حرکاتی اختلاف پیدا کرا دیا۔ لیکن یہ بھی قرآن کا ایک تقدس ہے کہ اتنے اختلافات کے باوجود کسی قبیلے نے بھی کسی لفظ کو بدلنے کی کوشش نہیں کی بلکہ صرف اپنے لہجہ سے تصرف کرتے رہے جس میں وہ کسی حد تک معذور بھی تھے۔

۳۔ **تحریف کلمات :** یعنی ایک لفظ کی جگہ دوسرے لفظ کا آجانا ۔ اس تحریف کے بارے میں علماء اسلام میں اختلاف ہے، بعض حضرات کا خیال ہے کہ قرآن کریم میں اس قسم کی تحریف ہوئی ہے مثلاً سورہ حمد میں وَلَا الضَّالِّیْنَ کی جگہ غیر الضالین تھا جسے سہولت کی نظر سے بدل لیا گیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کا صدر اول سے آج تک قرآن کریم کے بارے میں اہتمام و تحفظ اس امر کا زندہ ثبوت ہے کہ امت اسلامیہ اس قسم کے تغیرات کو کبھی برداشت نہیں کر سکتی جیسا کہ تاریخ نے واقعہ نقل کیا ہے کہ حجاج بن یوسف نے عبد الملک سے یہ خواہش کی کہ " اُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ " کی آیت میں شہداء کے ساتھ خلفاء کا اضافہ بھی کر لیا جائے تاکہ ان کا شمار بھی صاحبانِ نعمت میں ہو سکے اور اس نے انکار کر دیا تو حجاج نے کہا کہ آج تو اس بات پر تعجب اور انکار کر رہا ہے اور کل تیرے باپ نے یہ خواہش کی تھی کہ " اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ " میں آل عمران کے ساتھ آل مروان کا بھی اضافہ کر دیا جائے ۔ (روضۃ الصفا)

ظاہر ہے کہ اس قسم کی خواہش نہ حجاج سے بعید ہے اور نہ عبد الملک سے اور اس کے باپ سے ـــ لیکن سوال صرف یہ ہے کہ دربار حکومت سے نکلنے والی یہ خواہشیں پوری کیوں نہیں ہوئیں، کیا اس کا سبب ان لوگوں کا تائب ہو جانا اور اپنے ارادوں سے باز آجانا تھا؟

خدا سے رشتہ رکھنا ہو تو رشتہ داروں کا خیال کرو۔

ہرگز نہیں ۔ ایسا ہوتا تو یہ خیالات ذہن میں پیدا ہی نہ ہوتے اور اگر پیدا بھی ہو جاتے تو اس کا سلسلہ نسلوں میں نہ چلتا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کوئی تعلق ان حکام کی پاکیزگی نفس سے نہیں تھا اور نہ ایسا ہی ہے کہ ان لوگوں کے اقتدار میں کوئی ضعف اور کمزوری پائی جاتی ہو ۔ لاکھوں افراد کو بے دھڑک تہ تیغ کر دینے والا بادشاہ ایک لفظ کے اضافہ کی تمنا دوسرے شخص سے کر رہا ہے اور خود یہ اقدام نہیں کر رہا ہے، کیا یہ تمنا اس بات کا زندہ ثبوت نہیں ہے کہ لاکھوں افراد کی تباہی پر صبر کر لینے والی امت بھی قرآن کے کسی ایک لفظ کی تبدیلی پر راضی نہیں تھی اور مسئلہ تسکین قلب کے لئے صرف دو ایک قرآنوں میں الفاظ کے لکھ لینے کا نہیں تھا اور نہ اس کے لئے کسی سے کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی بلکہ مسئلہ پورے عالم اسلام میں پھیلے ہوئے قرآنوں میں ترمیم اور ان کے الفاظ میں تغیر و تبدل کا تھا اور یہ بات ایسے ایسے جابر حکام کے بس کی بھی نہ تھی ۔ سوچنے کی بات ہے کہ جب اسلام کے ایسے ایسے جابر و ظالم بادشاہ قرآن کے تقدس کو کھیل نہ بنا سکے تو دوسرے افراد اور حکام کا کیا ذکر ہے ـــ انفرادی طور پر قرآن کو نشانہ ستم بنا لینا آسان ہے لیکن اجتماعی طور پر پورے قرآن کا بدل لینا بہت مشکل بلکہ محال ہے۔

ظاہر ہے کہ جو حکومت نژاد اور سلطنت پرست امت اقتدار کی خواہش پر حکومت کے باپ دادا کا ذکر برداشت نہیں کر سکتی وہ یہ کیونکر برداشت کرے گی کہ "وَ غَیْرِ الضَّالِّیْنَ" کی جگہ "ولا الضالین" آجائے ـــ یا "ھوالرزاق" کی جگہ "ھوالرزاق" آجائے ـ یا "فامضوا الی ذکر اللّٰہ" کے بدلے "فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ" رکھ دیا جائے، وغیرہ وغیرہ۔

۴ ـ تحریف نقص : یعنی الفاظ یا آیات کی کمی۔

درحقیقت تحریف کے بارے میں یہی مسئلہ ہر دور میں محل نزاع و اختلاف رہا ہے، علماء اسلام کی ایک جماعت اس بات کی قائل رہی ہے کہ قرآن مجید کے آیات میں کچھ نقص ضرور پیدا ہوا ہے اور اسی لئے بعض مقامات پر آیات میں کوئی ربط نظر نہیں آرہا ہے اور دوسری جماعت اس بات پر مصر رہی ہے کہ قرآن کریم میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوا ہے، اس میں آج بھی اتنے ہی الفاظ و کلمات موجود ہیں جتنے کل رسول اکرمؐ پر نازل ہوئے تھے اور قیامت تک یوں ہی رہیں گے جسکے بہت سے قرآنی شواہد موجود ہیں ۔ اس مسئلہ پر شیعہ و سنّی دونوں فریق کے علماء نے نفی و اثبات میں رسالے تالیف کئے ہیں اور ہر ایک نے اپنے دعوے کو ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے ۔ میں مسئلہ کی مکمل وضاحت اس وقت کروں گا جب ان تمام روایات کا ذکر آئے گا جن میں اس تحریف کا مفصل ذکر موجود ہے ۔

۵ ـ تحریف زیادتی : یعنی الفاظ و کلمات کا اضافہ ۔

اس مسئلہ پر تقریباً تمام علماء اسلام متفق ہیں کہ قرآن مجید میں کسی ایک لفظ کا بھی اضافہ نہیں ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے اسلئے کہ قرآن جہاں اسلام کا دستور زندگی ہے وہاں رسولؐ اکرم کا معجزہ بھی ہے اور معجزہ کا مفہوم ہی یہ ہے کہ جس کا مثل لانا سارے عالم کے لئے غیر ممکن ہو ۔ اب اگر قرآن کے دو چار کلمات بھی اضافہ شدہ ہوئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عام انسان بھی اعجازی کلام پر قدرت و اختیار رکھتا ہے اور یہ وہ بات ہے جو قرآن کے اعتبار کو خاک میں ملا دے گی اور اسلام کا دستور تباہ و برباد ہو جائے گا اسلئے ایسا عقیدہ رکھنا کسی بھی مسلمان کے لئے زیب نہیں دیتا ہے ۔

۶ ـ تحریف ترتیبی : یعنی آیات اور سوروں کی ترتیب کا بدل جانا ـ تحریف کی یہ قسم بھی اگرچہ علماء اسلام میں محل اختلاف رہی ہے لیکن علماء تشیع کی ایک جماعت

بقیہ ص۵۱ پر

مقبول احمد نوگانوی

اللہ کا مہینہ

سورۂ بقرہ کی آیت: یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ○

ترجمہ: اے ایمان لانے والو تم پر روزہ واجب ہوا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر واجب تھا تاکہ تم لوگ متقی و پرہیز گار ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ روزہ ایمان والوں پر اس واسطے واجب ہوا تاکہ گناہوں سے نجات پائیں۔ دوسری آیت میں حق تعالیٰ اسی روزے کو دوسرے عنوان سے بیان فرماتا ہے۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن ھدیً للناس و بینات من الھدیٰ والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہُ۔

ماہِ رمضان ہی ایسا مہینہ ہے کہ جس میں قرآن مجید کہ لوگوں کا ہادی اور آسمانی کتابوں سے بہتر و افضل ہر چیز کا بیان کرنے والا اور حق و باطل کا جدا کرنے والا ہے اسی مہینہ میں نازل ہوا پس جو شخص تم میں سے اس مہینہ کا ادراک کرے اس کو اس مہینہ میں روزہ رکھنا چاہیئے یہ آیت پہلی آیت کی تشریح و تفسیر کرتی ہے۔ اس آیت سے صریحاً معلوم ہوا کہ روزے ماہ رمضان میں واجب ہیں۔

اب قابل غور یہ بات ہے کہ اس عبادت یعنی روزہ رکھنے کا زمانہ کیوں ماہ رمضان کو قرار دیا دوسرے مہینوں میں یہ عبادت ”روزہ“ کیوں نہ مقرر ہوئی آخر روزوں کو اس مہینے سے کیا خصوصیت ہے اور کونسا تعلق ہے کہ جو اسی ماہ رمضان میں یہ فریضہ واجب قرار دیا گیا۔

آیات قرآن اور احادیث ائمہ معصومین کو بغور مطالعہ کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہینہ اللہ کی طرف اسی طرح منسوب ہے جس طرح قرآن کلام اللہ اور بیت اللہ کی نسبت پروردگار عالم کی طرف۔ تو اسی طرح یہ مہینہ شہر اللہ ہے یہ مہینہ عقل رکھتا ہے شعور رکھتا ہے بہت عمدہ نورانی جسم لطیف رکھتا ہے یہ کمال درجہ کا صاحب احترام و صاحب عزت ہے اسی مہینہ میں لیلۃ القدر قرار دی گئی اس مہینہ میں قرآن نازل ہوا اور چونکہ روزہ با منفعت و کثیر الفوائد عبادت ہے لہٰذا اسی محترم و معزز مہینے ماہ رمضان میں واجب کئے گئے۔

حدیث میں وارد ہے کہ اس مہینے کا نام بے احترامی سے نہ لو اس طرح نہ کہو کہ رمضان آیا اور رمضان چلا گیا بلکہ اس کو رمضان المبارک یا شہر اللہ یا صفات والقاب سے ذکر کرو۔ رمضان خداوند عالم کا نام ہے علم لغت میں اس کے معنی کھا جانے اور پچھا جانے و نیست و نابود کر دینے کے ہیں چونکہ یہ مہینہ روزہ داروں

خواہشات پر قابو پانا جہاد اکبر ہے (امیرالمومنینؑ)

کے گناہوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ خشک لکڑی کو جلا کر فنا کر دیتی ہے۔ یہ بہت حسین و خوبصورت مہینہ مثل قرآن و حجر اسود و بیت اللہ کے پاک و پاکیزہ و معزز و محترم ہے یہ ایسا مہینہ ہے جس پر انبیاءؑ و آئمہؑ و خاصان خدا سلام کرتے ہیں پس ہم لوگ بھی اس مہینے کو سلام کریں "اَلسَّلامُ عَلَیکَ یَا شَہرَ اللہِ الاَکبر و عید اولیاء اللہ الاعظم"۔ اے اولیاء کرام کی عید اور اللہ کے بزرگ مہینے تجھ پر ہمارا سلام ہو۔ عالم جلیل القدر شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنے استاد سے امام رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام رضاؑ اپنے آباء طاہرین علیہم السلام سے انھوں نے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے آخر شعبان کے جمعہ کے دن یا اول رمضان ہمارے لئے خطبہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا اے لوگو! خدا کا مہینہ اپنی برکتوں، رحمتوں اور بخششوں کے ساتھ تمہاری طرف رخ کئے ہے وہ مہینہ جو خدا کے نزدیک سب مہینوں سے بہتر جس کے دن سب دنوں سے افضل جس کی راتیں تمام راتوں سے برتر جس کی گھڑیاں تمام گھڑیوں سے مرتبے میں بالاتر ہیں۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں تمہیں خدا کا مہمان کہہ کر پکارا گیا ہے تمہیں خدا کی جانب سے صاحبِ فضیلت قرار دیا گیا ہے۔ اس میں تمہاری سانسیں تسبیح کا اور تمہاری نیند عبادت کا ثواب رکھتی ہے تمہارا اعمال مقبولیت کا درجہ پاتا ہے تمہاری دعائیں مستجاب ہوتی ہیں اس لئے نیک نیتی اور پاک دلی کے ساتھ خدا کے حضور میں عرض کرو کہ تمہیں روزہ رکھنے اور تلاوت قرآن کرنے کی توفیق کرامت فرمائے بیشک بدبخت اور بدانجام وہ شخص ہے جو اس مکرم و بزرگ مہینہ میں خدا کی مغفرت سے محروم رہ جائے اس مہینے میں اپنی بھوک اور پیاس پر قیامت کے دن کی بھوک اور پیاس کا قیاس و گمان کرو اپنے محتاجوں اور مسکینوں کو صدقہ دو بزرگوں کی تعظیم کرو چھوٹوں پر رحم کرو رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو اپنی زبانوں کو ان باتوں سے جسے منہ سے نہ نکالنا چاہیئے اور اپنی آنکھوں کو ان کی طرف دیکھنے سے جسے نہ دیکھنا چاہیئے محفوظ رکھو، اپنے کانوں کو ان باتوں کے سننے سے بچاؤ جنھیں نہ سننا چاہیئے تم یتیموں کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ تاکہ تمہارے یتیموں کے ساتھ بھی مہربانی کی جائے۔

• اپنے گناہوں کے لئے خدا کی بارگاہ میں توبہ و انابت کرو اوقات نماز میں اپنے ہاتھوں کو دعا کے لئے بلند کرو کیونکہ وہ وقت بہترین اوقات میں سے ہوا کرتا ہے خداوند عالم اپنے بندوں کی جانب مہربان نگاہوں سے دیکھتا ہے اور جب بھی اس کی بارگاہ میں مناجات کرتے ہیں جواب دیتا ہے جب اس کو آواز دیتے ہیں لبیک کہتا ہے اور جب اس سے دعا کرتے ہیں وہ ان کی دعا مستجاب کرتا ہے۔ اے لوگو! یقیناً تمہاری جانیں تمہارے اعمال کے ہاتھوں گروی ہیں اس لئے طلب مغفرت کر کے انہیں آزاد کراؤ تمہاری پشت تمہارے گناہوں کے بوجھ سے دبی ہوئی ہیں اسلئے سجدوں میں طول دیکر اپنی پشت ہلکا کرو۔ جان لو کہ خدائے عز و جل نے اپنی عزت کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ نماز گذاروں اور سجدہ کرنے والوں پر عذاب نہ کرے گا اور انھیں قیامت کے دن جہنم کی آگ میں

جنت کی آرزو دنیا کی ہر آرزو سے بہتر ہے۔

دعا سے بلا دور ہوتی ہے۔ (امام زین العابدینؑ)

نہ ڈالے گا۔ اے لوگو تم میں سے جو شخص کسی روزہ دار بندہ مومن کو اس مہینہ میں افطار کرائے گا خدا کے نزدیک اس کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کے ثواب کے برابر ہے لوگوں نے کہا اے خدا کے رسول! ہم میں سے جو شخص اس بات پر قدرت نہ رکھتا ہو۔ آپ نے فرمایا روزہ دار کو افطار کرا کے اپنے کو آتش جہنم سے آزاد کراؤ چاہے آدھے دانہ خرمہ ہی سے کیوں نہ ہو۔ آتش جہنم سے بچو چاہے ایک گھونٹ پانی ہی سے کیوں نہ ہو۔ اے لوگو تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں رضائے الہی کے لئے اپنے اخلاق کو بہتر بناتا ہے پل صراط سے وہ اس دن آسانی سے گذر جائے گا۔ جس دن اس پر پہنچتے ہی لوگوں کے قدم ڈگمگا جائیں گے۔ اے لوگو جو شخص اس مہینہ میں اپنی کنیزوں اور غلاموں سے کم کام لیتا ہے قیامت میں خدا اسکے حساب کو آسان بنا دے گا جو شخص اس مہینے میں دوسروں کو ایذا پہنچانے سے باز رکھتا ہے خداوند عالم قیامت کے دن اپنے غیظ و غضب کو اس سے دور رکھے گا جو شخص اس مہینے میں کسی یتیم کا احترام کرتا ہے خداوند کریم قیامت کے دن اسے محترم بنائیگا۔ جو شخص اس ماہ میں اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتا ہے خدا اسے قیامت میں اپنی رحمت سے نوازے گا جو شخص اس ماہ میں اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلق کر لیتا ہے خداوند عالم روز قیامت اس سے اپنی رحمت منقطع کرے گا جو شخص اس ماہ میں سنتی نمازیں ادا کرتا ہے اس کے لئے آتش جہنم سے دوری لکھدی جائے گی جو نماز واجب ادا کرتا ہے وہ اس شخص کے مانند ہے جو دوسرے مہینوں میں ستر واجب نمازیں ادا کرتا ہے جو شخص اس مہینے میں مجھ پر درود وصلوٰۃ بھیجتا ہے خدا اسکے اچھے اعمال کے پلڑے کو وزنی بنا دے گا جس دن اعمال کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔ جو شخص اس مہینے میں قرآن کریم کی ایک آیت کی بھی تلاوت کرتا ہے دوسرے مہینوں میں ایک قرآن ختم کرنے کے ثواب کے برابر ہے۔ اے لوگو اس مہینے میں جنت کے دروازے کھلے رہتے ہیں خدا سے دعا کرتے رہو کہ تمہارے واسطے بند نہ ہو جائیں۔ جہنم کے دروازے بند رہتے ہیں خدا سے دعا کرو کہ تمہارے واسطے کھول نہ دیئے جائیں۔ شیاطین بند رہتے ہیں خدا سے دعا کرو کہ انھیں تم پر مسلط نہ کرے۔

پیغمبر اکرمؐ کے خطبہ نے ہم پر اچھی طرح یہ بات واضح کردی ہے کہ یہ مہینہ ہماری مشق و تمرین کا مہینہ ہے اسی لئے اس نے تمام ہدایت کے سامان اس ماہ میں مہیا فرمائے قرآن صامت بھی اسی ماہ میں نازل فرمایا اور قرآن ناطق کا چوتھا پارہ یعنی ہمارے دوسرے امام حضرت امام حسن علیہ السلام بھی اسی مہینہ کی پندرہویں تاریخ کو دنیا میں تشریف لائے۔ اور اپنے کردار سے روزے کی حقیقت پر روشنی ڈالی نہ صرف قرآن بلکہ زبور۔ توریت اور انجیل اور تمام آسمانی صحیفے اسی مہینے میں نازل ہوئے۔

امیرالمومنینؑ کا بیان ہے کہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ اس ماہ میں کونسا عمل سب سے بہتر ہے آنحضرتؐ نے فرمایا اے ابوالحسن اس ماہ میں بہترین عمل ان چیزوں سے پرہیز ہے جنھیں خداوند عالم نے حرام قرار دیا ہے اس کے بعد رسولِ خدا گریہ فرمانے لگے میں نے عرض کیا اے خدا کے رسولؐ

کس چیز نے آپ کو رونے پر مجبور کیا۔ آپ نے فرمایا اس ماہ میں جو کچھ تم پر گذرنے والی ہے اس پر رو رہا ہوں کہ تم اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھ رہے ہو اور اولین و آخرین میں سے بدبخت ترین شخص جو اس شخص کی مانند ہے جس نے ناقۂ صالح کی کوچیں کاٹی تھیں۔

رب کریم اس مبارک مہینے میں ہمارے کئے گئے ناقص اعمال کو قبولیت کا شرف عنایت فرما، ہماری دعاؤں کو مستجاب فرما، ہمارے گناہوں کو بخشدے اور ہمیں ہمارے امام عصرؑ کے انصار و اعوان میں شمار فرما۔۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

بقیہ صے ۴۷ کا "تحریف و ترتیب قرآن"

ہر دور میں اس تحریف کی قائل رہی ہے اور اس کے اثبات پر بے حد زور صرف کرتی رہی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر تحریف ترتیب کا مطلب کیا ہے۔ اب تک تحریف کی جتنی قسموں کا ذکر ہوا ہے ان سب میں ایک حرکت، ایک کلمہ، ایک عبارت پہلے سے مسلّم تھی بعد کے افراد نے ان میں تغیر و تبدل پیدا کر دیا۔ لیکن قرآن کریم کی ترتیب جب بقول علماء کرام حیاتِ رسولِ اکرمؐ میں موجود ہی نہیں تھی تو بعد میں اسکی تحریف کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر تحریف سے ان حضرات کی مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کی ترتیب ہی تحریف شدہ ہے یعنی ترتیب پیغمبرؐ کے خلاف نہیں ہے بلکہ منشاء پیغمبرؐ کے خلاف ہے اور اس بات کے ثابت کرنے کے لئے دو باتوں کا اثبات کرنا پڑے گا۔

پہلی بات یہ ہے کہ قرآن کریم حیات پیغمبرؐ میں مرتب شکل میں نہیں تھا، بلکہ بعد کے ادوار میں مرتب ہوا ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ منشاء رسالت یہی تھا کہ کتابِ خدا کو اس کی تنزیل کے مطابق مرتب کیا جائے اور امت نے اس کے برخلاف اپنی مرضی کے مطابق مرتب کر ڈالا۔

بہر حال اس مقام پر تحریف کا جو بھی تصور مراد لیا جائے ہمیں مستقبل میں انھیں دونوں باتوں پر غور کرنا پڑے گا اور انھیں کی تاریخ سے کوئی نتیجہ اخذ کرنا ہوگا۔ فی الحال ان تفصیلات میں داخل ہونے سے پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ آخر قرآن میں تحریف کے قائل ہونے کے اسباب کیا ہیں اور خود قرآن مجید کا اپنی عصمت و تحریف کے بارے میں کیا نظریہ ہے ــــ تاکہ تحقیق حق کا راستہ صاف ہو جائے اور منزل تک پہونچنے کے لئے کوئی خاص دشواری نہ رہ جائے۔۔۔

بقیہ صے ۳۷ "جمع قرآن پر ایک نظر"

ہے وہ بھی آجتک ان آیتوں کی جگہ نہیں تلاش کر سکے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ آج دنیا کے بڑے بڑے مفسرین، مفکرین، صاحبانِ بصیرت ایک آیت کی جگہ تلاش کرنے سے قاصر رہیں اور کل ۲۰-۲۱ سال کے نوجوان غیر تعلیم یافتہ اتنی لیاقت پیدا کرلیں کہ چھ ہزار آیتوں کو ان کی جگہ پر بٹھا دیں۔ "ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہئے"۔

سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ اگر جمع قرآن کی داستان فرضی اور خلاف واقعہ ہے تو آخر یہ قرآن کب، کس طرح اور کس کے حکم سے جمع ہوا اور اسے یہ موجودہ شکل کس دور میں حاصل ہوئی ــــ اس کا جواب انشاء اللہ آئندہ صفحات میں پیش کیا جائے گا۔ فی الحال ضرورت ہے کہ جمع و تحریف م

م قرآن کے بارے میں خود اسکے نظریے کا انکشاف کرلیا جائے تاکہ تاریخ و روایات کے غیر مستند و غیر معتبر ہونے کی صورت میں اس نظریہ پر اعتماد کیا جاسکے۔۔۔

دعا سے قضا ٹلتی ہے۔ (امام صادقؑ)

محمد علی صفوی

نزولِ قرآن تدریجی یا.....

قرآن مجید: قیامت تک کے انسانوں کی ہدایت و رہبری کرنے والی۔ ان کے علم و عقل و شعور و تجربہ اور ادراک کو صحیح سمت پر لانے اور رکھنے والی۔ اور انسے منزل کمال تک پہنچانے والی۔ انسانوں کو ہر لحاظ سے۔ انفرادی۔ اجتماعی۔ سیاسی۔ اقتصادی۔ دینی۔ دنیاوی۔ معاشرتی۔ اخلاقی۔ اور مذہبی وغیرہ۔ سعادت و کامرانی سے ہم کنار کرنے والی فلاحِ دارین کی ضامن۔ خدا کی طرف سے اسکے رسولوں پر نازل کی جانے والی کتابوں اور صحیفوں میں آخری اور اعلےٰ معیاری اور افضل کتاب ہے۔ جس نبی و رسول کو یہ کتاب اللہ نے دی یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ وہ اللہ کے آخری رسول اور رسولوں میں سب سے بہتر رسول تھے۔ خاتم النبیینؐ آپکا لقب ہی ہے۔ اور (لا نبی بعدی) آپکا فرمان صادق ہے۔ اور آپکو جو کتاب ملی وہ بھی ہدایت کی آخری کتاب ہے خاتم الکتب۔ اب اس کے بعد کسی کتاب یا صحیفۂ آسمانی کی ہدایتِ خلق کے لئے ضرورت باقی نہیں رہ گئی۔ وہ کتاب ملک مقرب جناب جبرئیلؑ علیہ السلام وحی کے ذریعہ سے پیغمبرؐ صادق و امین پر نازل ہوئی۔

یہ کتاب خدا تمام انسانوں خصوصاً مسلمانوں کے لئے دستورِ حیات اور قانون کی کتاب بھی ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ الٰہی معجزہ بھی ہے۔ اسے خدا نے بے مثل و نظیر بنا کے اعلان کر دیا اور شک و شبہ سے بری اور بالاتر قرار دیا ہے۔ چنانچہ آج تک دنیا کا کوئی بھی انسان کسی بھی دور میں اس کا نہ جواب لا سکا۔ اور نہ ہی اس کی کسی آیت یا تعلیم و احکام پر شبہ وارد کر کے اسے غیر معتبر بنایا جا سکا۔ قرآن کا انکار کرنا۔ خدائی کتاب نہ ماننا اور ہے۔ اور اس میں غلطی، شبہ اور اختلاف نکالنا اور ہے۔ یہ کتاب ہادی ہے۔ شافی ہے۔ مبارک ہے۔ غلطیوں سے محفوظ ہے اس کے وجود اور بقا کی قدرت نے ضمانت لی ہے یہ ہدایت کا ایسا سمندر اور ایسا گھاٹ ہے جس سے ہر زمانہ میں لوگ سیراب ہوتے رہے ہیں اور سیراب ہوتے رہیں گے ـــــ اس کا تنہا پڑھنا۔ مجمع میں پڑھنا پڑھانا۔ سننا۔ سنانا۔ دیکھ کر پڑھنا۔ بغیر دیکھے پڑھنا ہر طرح عبادت ہے۔ بلکہ قرآن کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ البتہ حضور اکرمؐ کی حدیث کے مطابق قرآن کو دیکھ کر پڑھنا افضل ہے۔ اس میں چھوٹی بڑی ہر قسم کی بات اور ہدایت ہے۔ اس میں ہر خشک و تر موجود ہے۔ اسی لئے درِ محمدؐ و آلِ محمدؐ سے وابستہ اور کسبِ فیض کرنے والے افراد مثلاً جناب

نماز وتر میں دعا قبول ہوتی ہے (امام صادق ع)

ابن عباس ؓ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرے اونٹ کی نکیل بھی غائب ہو جائے تو میں اسے قرآن مجید سے تلاش کر لوں گا۔ اور جناب فضہ نے چالیس سال تک قرآن سے گفتگو کی ـــــ تو جب ان حضرات کے ملازموں اور شاگردوں کا یہ حال ہے تو ان ذوات مقدسہ چہاردہ معصومین کا مرتبہ کیا ہو گا۔ اگر ایمان واعتقاد کے ساتھ اسے پڑھا جائے تو اس کی ایک آیت اور اس کا ایک سورہ باعث شفائے امراض روحانی وجسمانی اور رزق و روزی کا ضامن ہے ـــ اس کی برکت کا یہ حال ہے کہ اگر اسے زندہ افراد پڑھیں چاہے ایک سورہ یا آیۃ تو قبر میں مردوں سے عذاب دور ہو جائے۔ ان کی مغفرت ہو جائے۔ اور اگر اسکی اہمیت یعنی "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھ کر دروازہ پر لٹکا دیا جائے تو فرعون جیسے برے انسان سے عذاب ٹل جائے۔

اس کے مقابلہ میں زبان دانی کا راگ الاپنے والے فصیحوں اور بلیغوں یعنی عربوں کی عاجزی کے الفاظ آج بھی تاریخ میں موجود ہیں۔ ماھٰذا من کلام البشر۔

اپنی آغوش بابرکت میں ہر طرح کی سعادت کو سمیٹنے والی کتاب۔ قرآن مجید۔ کے ماننے والے۔ اس کی تلاوت کرنے والے۔ بلکہ قرأت کے انعامی یا غیر انعامی۔ عالمی یا علاقائی جلسوں اور تقریبات میں تلاوت کرنے والے اور قرأت کرنے والے مسلمان۔ آج ساری دنیا میں پریشان ہیں۔ مظلوم ہیں۔ مغلوب ہیں۔ غم زدہ اور فاقہ کش ہیں۔ افسوس کی بات ہے ـــ کیوں ایسا ہے؟۔ کیا ہم نے اور تمام مسلمانوں نے اس موضوع پر اطمینان سے غور کیا؟۔ اس کی وجہ تلاش کی۔ اس مرض کا سبب ڈھونڈا؟ اسباب اور بھی دوسرے بیان کئے جا سکتے اور سوچے جا سکتے ہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ اس نکبت و افلاس۔ مظلومی و محرومی اور پریشانی کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ہم مسلمانوں نے قرآن کی لفظوں کو پڑھا ہے۔ اور پڑھتے ہیں ـــ مگر ان الفاظ کے معانی و احکام پر عمل نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی مرضی اور اپنے چلنے والوں کی مرضی و احکام پر عمل کرتے ہیں۔ قرآن کے معانی و مطالب۔ خدا اور کلام خدا کی مرضی و منشا پر عمل نہیں کرتے۔ اور قرآن ہمارے درمیان متروک و مہجور ہو گیا ہے جیسے بہت باریک کپڑا پہننے والے جو بدن کی حکایت کرے۔ اس لباس کے ساتھ بھی برہنہ کہے جاتے ہیں۔ اسی طرح الفاظ قرآن پڑھنے اور رٹنے والے مسلمان حقیقتاً قرآن کو چھوڑنے والے ہیں۔ جیسا کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے ـــ یارب۔ میری قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا ہے۔

قرآن مجید سے متعلق بہت سے گوشے اور پہلو ہیں۔ بحث و گفتگو کے ـــ سردست گفتگو اس ایک پہلو سے کرنا ہے۔ کہ یہ اللہ کی آخری کتاب اس کے آخری رسول پر۔ یک وقت۔ اور دفعتاً مجموعہ اور کتابی شکل میں نازل ہوئی ہے۔ یا تدریجی طور سے۔ رفتہ رفتہ۔ آیت آیت۔ جزاجزاء۔ اور سورہ سورہ کر کے اسے خدا نے نازل فرمایا ہے ـــــ

اس سوال کے جواب اور حل کے لئے عقل و نقل (قرآن و حدیث) دونوں کا سہارا لینا چاہیئے۔

روزہ عذاب الٰہی کے لئے سپر ہے (رسول کریمؐ)

اور لیا جا سکتا ہے ـــ تو آئیے پہلے قرآن مجید کی تلاوت کرکے جواب تلاش کریں ۔ قرآن مجید میں اس سوال سے متعلق بہت سی آیتیں موجود ہیں ۔ جن سے بظاہر دونوں پہلو ثابت ہو سکتے ہیں۔ یعنی آیات سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن دفعتاً اور یک وقت نازل ہوا ہے ۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید تدریجی طور سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ہے ۔ مثلاً سورہ قدر ۔ یعنی سورہ اِنَّا اَنزَلنَاہُ ۔ میں ارشاد الٰہی ہے ۔ اِنَّا اَنزَلنَاہُ فِی لَیلَۃِ القَدر (پ ۳۰)

یعنی ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے ۔ اسلئے کہ علماء فرماتے ہیں ۔ انزلناہ میں ہ ضمیر سے قرآن مراد ہے ـــ دوسری جگہ سورہ دخان پ۲۵ میں ارشاد ہے ۔ اِنَّا اَنزَلنَاہُ فِی لَیلَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ ۔ کہ ہم نے اس قرآن کو مبارک رات میں نازل کیا ـــ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سال کے بارہ مہینوں میں ۔ وہ شب قدر اور مبارک کس مہینے کی ہے ۔ اور ۳۰ دنوں میں کس تاریخ کو ہے ۔ تو اس کا جواب قرآن و حدیث سے ہم کو یہ ملتا ہے کہ ۔ شب قدر ماہ مبارک رمضان کی رات ہے ۔ ارشاد رب العزت ہے ـــ ترجمہ پیش خدمت ہے ـــ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا (پ۲ سورہ بقرہ) ۔

مذکورہ تینوں آیات کو پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ـــ قرآن مجید خدا کی کتاب ہے ۔ خدا کے مہینہ میں ۔ رمضان میں ۔ ایک رات میں جو بابرکت اور قابل قدر و احترام ہے ۔ دفعتاً ایک ہی مرتبہ نازل ہوئی ہے ۔

اس کے برعکس کچھ اور دوسری آیات ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۔ قرآن مجید تدریجی طور سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ہے ۔ حسب ضرورت و حالات ـــ خالق کائنات کا ارشاد ہے ۔ ترجمہ حاضر ہے ۔ اور قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اس لئے نازل کیا ہے کہ تم لوگوں کے سامنے حسب ضرورت مہلت دے کر اس کو پڑھ دیا کرو ۔ اور اسی وجہ سے ہم نے اس کو رفتہ رفتہ نازل کیا (پ۱۵ سورہ اسراء (بنی اسرائیل) ـــ اس آیت میں فرقناہ علیٰ مکث ۔ اور نزلناہ ۔ کی لفظیں ہیں ۔ جن کا مطلب ہے ۔ ٹھہر ٹھہر کے ۔ تھوڑا تھوڑا ۔ جدا جدا وغیرہ ۔

اور دوسری جگہ پروردگار عالم کا ارشاد ہے ۔ ترجمہ ملاحظہ فرمائیں ـــ اور کفار کہنے لگے کہ انکے اوپر آخر قرآن کل کا کل ایک ہی دفعہ کیوں نہیں نازل کیا گیا ۔ ہم نے اس طرح اس لئے نازل کیا تاکہ تمہارے دل کو تسکین دیتے رہیں ۔ اور ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کے نازل کیا (پ۱۹ ۔ سورہ الفرقان) ـــ اس آیت میں جملۃ واحدۃ ۔ اور ترتیلا ۔ وغیرہ کی لفظیں ہیں جن سے معلوم ہوا کہ تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ہے ـــ دونوں قسم کی آیات سے پہلے معلوم ہوا کہ قرآن مجید دفعتاً واحداً اور ایک ہی مرتبہ کل کا کل نازل ہوا ۔ اور دوسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن رفتہ رفتہ تدریجی طور سے نازل ہوا ہے ـــ تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں قسم کی آیات میں اختلاف و تضاد ہے جو قرآن کے لئے صحیح نہیں ہے ۔ و نیز یہ کہ ایک ہی

روزے میں غیبت ــــ روزہ کی تباہی (رسول اکرمؐ)

بات صحیح اور حق ہوگی ۔ یا تو قرآن ایک ہی دفعہ کل کا کل نازل ہوا ہے ــــ یا قرآن مجید رفتہ رفتہ تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ہے ۔

اس اشکال اور الجھن اور رفع اختلاف کا صحیح جواب اور راستہ یہ ہے کہ حقیقتاً قرآن مجید میں کہیں بھی کسی طرح کا اختلاف و تضاد نہیں ہے ۔ اولاً اعتقاد و تعبد کی حیثیت سے جیسا کہ خود پروردگار عالم کا قرآن مجید میں ایک مقام پر ارشاد ہے ــــ کہ اگر قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کے پاس سے آیا ہوتا تو لوگ اس میں اختلاف کثیر پاتے ۔ (ترجمہ آیت) ــــ اور دوسرے تضاد اختلاف ختم کر کے دونوں قسم کی آیات کو باہم جمع کر کے موافقت اور جمع و توفیق کی حیثیت سے تو علماء یہ تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن کریم ماہ رمضان میں شب قدر میں کل کا کل ایک ہی ساتھ بیت معمور پر نازل کر دیا گیا ۔ اور پھر بیت معمور سے بیس (بلکہ تیئیس) سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا نازل کیا گیا ۔ اور خدا نے قرآن کا کل علم اپنے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو عطا کر دیا تھا ــــ اور اسی سابق علم کی بنا پر حضورؐ کے پاس جب جبرئیل قرآن کی وحی لیکر آتے تھے تو حضور سرور کائنات صلعم جبرئیل کے ساتھ بلکہ ان سے آگے پڑھتے جاتے تھے ــــ تو اللہ نے مستقبل کے کسی مفسدہ کی بنا پر حضورؐ کو روکا کہ آپ جب تک قرآن کی پوری وحی نہ کر دی جائے اس وقت تک خود نہ پڑھیں ــــ اور دوسری جگہ ارشاد ہے کہ ۔ آپ اپنی زبان کو قرآن کے ساتھ حرکت بھی نہ دیجئے ۔ الخ ــــ غالباً روکنے کا یہ مقصد پروردگار رہا ہوگا کہ آپ اگر خود جبرئیل کے ساتھ اور ان سے آگے آگے پڑھیں گے ۔ تو کفار و مشرکین اور دوسرے ایمان نہ لانے والے یہی کہیں گے کہ یہ تو خود رسول کا کلام ہے انھوں نے اسے اپنے جی سے گڑھ لیا ہے ۔ اور جو افراد یا گروہ ایسا عقیدہ رکھتے اور کہتے ہیں ان کے عقیدہ کو تقویت و تائید ہوگی ۔ (عقائد صدوقؒ)

تو سورۂ دخان اور سورۂ قدر کے لحاظ سے یہ کہا جائے گا کہ قرآن شب قدر و مبارک میں ایک ہی دفعہ بیت معمور پر نازل کیا گیا ۔ اور سورۂ اسراء اور سورہ فرقان کے لحاظ سے ترتیل و تنزیل اور مکث کے لحاظ سے یہ کہا جائے گا کہ قرآن تھوڑا تھوڑا ۲۰ ۔ ۲۳ سال کی مدت میں حسب ضرورت نازل کیا گیا ہے ۔

اور خود قرآن مجید کی آیات میں نزول قرآن کے سلسلہ میں دو طرح کی اور دو باب کی آیات وارد ہیں ۔ ایک انزال کی لفظ ہے ۔ دوسری تنزیل کی لفظ ہے اور علماء جانتے ہیں ۔ اور مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ انزال کے معنی ہیں دفعۃ واحدۃ ۔ یعنی ایک ہی مرتبہ میں کل کا کل نازل کر دینا اتار دینا ۔ اور تنزیل کے معنی ہیں تدریجی طور سے رفتہ رفتہ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنا ــــ دونوں الفاظ کے معنی میں فرق ظاہر ہونے کے بعد آپ ملاحظہ فرمائیں کہ سورۂ قدر اور سورۂ دخان میں پروردگار عالم نے فرمایا ہے ۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے ایک مرتبہ شب قدر و مبارک میں

روزہ دار کی دعا رد نہیں ہوتی (رسول اکرمؐ)

کل قرآن نازل کیا۔ لوحِ محفوظ سے بیت معمور پر۔ اور دوسرے مقامات پر خدا نے سورۂ فرقان اور سورۂ اسراء میں ترتیل اور تنزیل کی لفظ فرمائی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید دوسری مرتبہ تدریجی طور سے رفتہ رفتہ نازل ہوا حسب ضرورت و مصلحت۔ یہی مفسرین فرماتے ہیں۔ اور یہی روایات میں وارد ہوا ہے جیسا کہ صاحب تفسیر المیزان آیۃ اللہ السید محمد حسین طباطبائی اعلی اللہ مقامہٗ نے تفسیر مذکور میں لکھا ہے۔

نزول قرآن کے سلسلہ میں سوچنے سمجھنے کا دوسرا پہلو عقلی ہے ـــــ تو انسان کی غرض خلقت و پیدائش انبیاء و مرسلین کا بھیجنا ان کی غرض بعثت۔ تنزیل قرآن کی غرض اور اس کا مقصد۔ کے پیش نظر عقل اس بات کا فیصلہ کرتی اور معصومین علیہم السلام کے روایات و ہدایات سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ قرآن مجید حضور سرور کائنات صؐ پر رفتہ رفتہ ۲۳ سال کی مدت میں نازل ہوا ہے ـــ انبیاء و مرسلین کی غرض بعثت ہے بندوں تک احکام الٰہی پہنچانا۔ انھیں حکم خدا اور منشاء پروردگار سے واقف کرنا ـــ آسمانی صحیفوں۔ الٰہی کتابوں کی تلاوت کرنا۔ لوگوں کو علم و حکمت کی تعلیم دینا نزول قرآن کی غرض ہے اسے سیکھنا۔ سمجھنا۔ پڑھنا۔ یاد کرنا۔ اور اس پر عمل کرنا۔ ایمان لانا۔ لعلکم تعقلون وارد ہوا ہے اس سلسلہ میں۔ اور یہ دونوں مذکورہ کام بیک وقت تھوڑی دیر میں نہیں ہو سکتے۔ اور انسانوں کی غرض خلقت ہے۔ معرفت خدا اور اس کی عبادت کرنا۔ اس کے حکم پر عمل کرنا۔ اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا۔ تو جب تک معرفت نہ ہوگی تب تک عبادت نہ ہوگی۔ اور جب تک عبادت کا طریقہ اور خود ہر عبادت کی تفصیل وغیرہ جان نہ لے گا انسان وہ عبادت نہیں کر سکتا۔

لہٰذا حسب ضرورت و حاجت۔ حسب موقع و مصلحت۔ لوگوں کی عقلوں، مزاجوں اور طبیعتوں کا اندازہ کر کے قدرت نے قرآن کو ۲۳ سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا نازل کیا۔ تاکہ لوگوں کے سمجھنے، غور و فکر کرنے اور اس پر عمل کرنے میں آسانی ہو جائے۔

اور حضور ختمی صؐ کو اللہ نے قرآن کا علم بلکہ جو بھی آپ نہیں جانتے تھے وہ سب بتا دیا تھا۔ قیامت تک کے زمانہ اور ماضی کے زمانہ کی ساری باتیں بتا دی تھیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ علمك مالم تكن تعلم اور الرحمٰن علم القرآن۔ اسی بنا پر جب بھی حضور سے کوئی پوچھتا تھا حضور اس کا جواب عنایت فرماتے تھے بلکہ خود آپ نے قیامت کے زمانہ اور حالات کی پیشین گوئی فرمائی ہے کہ آئندہ کیا کیا ہونے والا ہے ـــــ علماء و مفسرین کی تصریح کے مطابق پہلی وحی حضورؐ پر اقرأ باسم ربك الذی خلق الخ اپنے اس پروردگار کے نام سے پڑھیے جس نے آپ کو پیدا کیا ہے (سورۂ علق پ۳۰) نازل ہوئی۔ قرآن و فرقان میں اگرچہ کچھ فرق بھی ہے۔ مگر دونوں کا مصداق ایک ہی ہے۔ کتاب الٰہی قرآن مجید۔

لیلۃ القدر وہ ہے جس میں آئندہ سال میں جو کچھ ہونے والا ہے اور جو مقدرات ہیں ان سب کا فیصلہ ہوتا ہے۔ نیکی۔ سعادت۔ شقاوت۔ خیر و شر طاعت و معصیت۔ موت۔ رزق۔ پیدائش۔ رحمت

روزہ رکھو ــ صحت پاؤ۔ (رسول اکرمؐ)

وبرکت وغیرہ۔ اور یہ ایک رات ہزار مہینے کے زمانہ سے بہتر ہے۔ یعنی اگر انسان ہزار مہینوں میں عبادت کرے۔ جو ماہ رمضان کی اس شب قدر کے علاوہ ہوں۔ اور شب قدر میں ایک رات میں عبادت کرے نیکیاں بجالائے تو۔ ان دونوں کا اگر مقابلہ کیا جائے تو بھی شب قدر بہتر رہے گی۔ اور اس کی عبادتوں اور نیکیوں کا ثواب زیادہ رہے گا۔

ماہ رمضان وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں روزہ رکھنا باعث ثواب ومغفرت ہے۔ جس میں روزہ دار کا ہر سانس تسبیح کا ثواب رکھتا ہے اور سوجانا بھی عبادت پروردگار ہے۔ کسی کا روزہ چاہے ایک گھونٹ پانی ہی ہو افطار کرانے میں قدرت نے ثواب رکھا ہے۔ اور جتنا روزہ دار کو روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا اتنا ہی افطار کرانے والے کو ثواب ملے گا ـــ ماہ رمضان کی شب قدر میں فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ حکم پروردگار لیکر اور امام زمانہؑ کے پاس آتے ہیں اور سلام کرتے ہیں۔ الٰہی پیغامات سنادیتے ہیں۔ قرآن نے بتایا کہ ایک رات ماہ رمضان کی جو شب قدر کہی جاتی ہے وہ ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ اسی طرح قرآن ہی میں دوسری جگہ جناب ابراہیمؑ کو قدرت نے امت کہا ہے۔ یعنی ایک رات ہزار مہینے سے بہتر ہو سکتی ہے۔ اور ایک انسان پوری ایک امت کے برابر بلکہ اس سے بہتر ہو سکتا ہے۔ یہ قرآنی اور اسلامی اعلان ہے۔ اس میں کسی کو نہ انکار ہے نہ تعجب نہ اعتراض۔ تو بالکل اسی طرح اگر ایک انسان اللہ کے ولی خاص حضرت علیؑ کی ایک ضربت خندق میں عبادت ثقلین سے بہتر اور بھاری ہو جائے تو کیا اعتراض اور تعجب ہے۔ جیسا کہ خود رسولؐ اللہ نے ہی اعلان فرمایا ہے کہ۔ خندق میں علیؑ کی ایک ضربت عبادت ثقلین سے بہتر ہے۔

اسی ماہ مبارک رمضان میں ۳ھ میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی ۱۵ رمضان کو ولادت باسعادت ہوئی ہے۔ ...

قطعہ

دین خدا کی شان ہیں قرآن واہلبیتؑ
خالق کے ترجمان ہیں قرآن واہلبیتؑ
انساں کی جان ہیں قرآن واہلبیتؑ
اللہ کی زبان ہیں قرآن واہلبیت
میزان حق میں قول وعمل تولنے لگے
یہ ہو گیا خموش تو وہ بولنے لگے

پیام اعظمی

شعر

قرآن پڑھ رہا ہے سناں پر سر حسینؑ
یا جان پڑ گئی ہے خدا کی کتاب میں

پیام اعظمی

روزہ ــ جسمانی اور روحانی بیماریوں سے نجات۔

قرآنِ کریم

کلیم الہ آبادی

(۱)

اللہ کیا عظیم ہے قرآن کبریا
حق نے جسے بنایا ہے احسان کبریا
حاصل بشر کو رہتا ہے عرفان کبریا
ظاہر ہر ایک لفظ سے ہے شان کبریا

مالک نے اسکو عینِ ہدایت بنا دیا
اس کی ہر اک بات کو آیت بنا دیا

(۲)

لفظوں نے اسکے پایا ہے اعجاز کا شرف
معنیٰ کو اسکے بخشا گیا راز کا شرف
فکرِ بشر کو دیتا ہے پرواز کا شرف
پڑھنا بھی اسکا بنتا ہے آواز کا شرف

اسکی ندا ندائے خدائے حکیم ہے
جو اس کا ہم زبان ہو وہ حق کا کلیم ہے

(۳)

کہتے ہیں اسکو دینِ پیمبرؐ کا افتخار
قائم ہے اس سے مرسلِ اعظم کا اعتبار
اس سے ملا ہے چہرۂ اسلام کو نکھار
آئی ہے اس سے گلشنِ ایمان میں بہار

اترا تھا جاہلوں کی تباہی کے واسطے
باقی ہے مصطفےٰ کی گواہی کے واسطے

(۴)

حمدِ خدائے پاک سے یوں ابتدا ہوئی
طے رحمتوں سے منزلِ روزِ جزا ہوئی
حاصل بشر کو یوں مددِ کبریا ہوئی
ہر ہر قدم پہ ایک ہدایت عطا ہوئی

یہ ایک ہی صراط ہے جو مستقیم ہے

(۵)

احکام کے بیان میں ہے نرمئ کلام
قصوں کے تذکروں میں ہے بلاغت کا اہتمام
امثال میں کمالِ فصاحت کا انتظام
حق ہے جو اسکو فنِ خطابت کہے سلام

ہر لفظ سے جمالِ ازل آشکار ہے
کیونکہ نہ ہو کہ لہجۂ پروردگار ہے

(۶)

آیا نہ تھا یہ حرز بنانے کے واسطے
یہ اک پیامِ حق تھا زمانے کے واسطے
محبوبِ حق تھے اس کے سنانے کے واسطے
اور آلِ مصطفےٰ تھی بچانے کے واسطے

حامل اگر تھا اسکا مدینہ صفات کا
عامل بھی بن گیا تھا سفینہ نجات کا

(۷)

اہلِ شرف سے پوچھئے اسکی جلالتیں
اہلِ ادب بتائیں گے اسکی بلاغتیں
نادان خاک سمجھیں گے اسکی عنایتیں
اہلِ نظر سمجھتے ہیں اسکی کرامتیں

بے جا نہیں جو اس کا زمانہ پہ راج ہے
یہ ہر مریضِ دہر کا تنہا علاج ہے

(۸)

آیا شب میں بن کے مشیت کا ایک راز
لاکھوں حقیقتیں تھیں پسِ پردۂ مجاز
قدرت نے اسکو بخشا تھا اک یہ بھی امتیاز
اس کے سبب تھا عالمِ اسلام سرفراز

تاریکیوں میں جہل کی تھا بدر کی طرح
تقدیر ساز دیں تھا شبِ قدر کی طرح

رمضان میں قرآن نازل ہوا۔ (قرآن کریم)

تاویل بھی اسی میں ہے تنزیل بھی یہی (۹)
اجمال بھی اسی میں ہے تفصیل بھی یہی
آغاز بھی اسی میں ہے تکمیل بھی یہی
اک سرِ زندگی بھی ہے ترسیل بھی یہی
سمٹے تو ایک نقطۂ عرفان کہتے ہیں
پھیلے تو تیس پاروں کا قرآن کہتے ہیں

یہ جادۂ نجات ہے انسان کے واسطے (۱۰)
یہ چشمۂ حیات ہے ایمان کے واسطے
یہ مصدرِ صفات ہے ایقان کے واسطے
یہ ایک کائنات ہے عرفاں کے واسطے
دنیا میں پیاس اہلِ نظر کی بجھائے گا
محشر میں ساقیٔ کوثر کے جائے گا

دنیا نے اسکی قدر نہ جانی ہزار حیف (۱۱)
ملت نے اسکی بات نہ مانی ہزار حیف
اتنا پڑھا گیا ہے زبانی ہزار حیف
گم ہوگئے ہیں سارے معانی ہزار حیف
اہلِ نظر نے ایک عجوبہ بنا دیا
تاویل اتنی کی کہ معمہ بنا دیا

امت کا یہ کمالِ شقاوت تو دیکھئے (۱۲)
گانوں کی دھن پہ اسکی تلاوت تو دیکھئے
باجوں کے ساتھ اسکی قرأت تو دیکھئے
دینِ خدا پہ تازہ مصیبت تو دیکھئے
امت نے جب کتاب کو بے جاں بنا دیا
عترت نے پڑھ کے بولتا قرآن بنا دیا

تربیت مدرسین :-

ادارہ تنظیم المکاتب ۱۰ مارچ ۱۹۹۶ء سے قصبہ بجنور ضلع لکھنؤ میں مدرسین کی ٹریننگ شروع کر رہا ہے۔ ٹریننگ کی مدت تقریباً ایک ماہ دس یوم ہوگی۔ مدرسین کو انکے منتظم کے ذریعہ اطلاع بھیجدی جائے گی۔ جن مدرسین کو دعوت نامہ شریک ٹریننگ بھیجا گیا ہے اگر وہ شریک ٹریننگ نہ ہوئے تو خصوصی الاؤنس وغیرہ سے محروم کر دیئے جائیں گے۔

(۱) ٹریننگ کے دوران زیر تربیت حضرات کے قیام و طعام کا انتظام ادارہ کرتا ہے۔ (۲) دوران تربیت کی تنخواہ مدرسین و مکتب ادا کریگا جہاں مدرس کام کر رہا ہے مکتب کو اس مدت کی منظور شدہ امداد ملیگی اور اگر دوسرے مدرس کا ٹریننگ کے دوران مکتب میں انتظام ہوگیا اور تعلیم ہوتی رہی تو اس مدرس کی تنخواہ کا نصف بطور امداد مکتب کو مزید دیا جائیگا۔ (۳) ٹریننگ نامکمل چھوڑ کر ادارہ کی اجازت کے بغیر جانیوالے حضرات کرایہ و دیگر مراعات سے محروم رہیں گے۔ (۴) ہر مدرس کو ٹریننگ میں آنے کا اور واپسی کا کرایہ ٹریننگ ختم ہونے پر ایک ساتھ ادا کیا جائیگا (۵) پہلی بار ٹریننگ میں جو مدرسین شریک ہونگے انکو علاوہ کرایہ آمد و رفت تین روپیہ یومیہ الاؤنس ملیگا لیکن جو مدرسین گذشتہ ٹریننگ میں ایک بار شریک ہوچکے ہیں انکو قیام و طعام اور الاؤنس کے علاوہ صرف یکطرفہ کرایہ دیا جائیگا۔ تیسری بار شریک ہونے والے مدرسین کو قیام و طعام کی سہولت اور الاؤنس ہی مل سکے گا۔ (۶) جو مدرسین پچھلی ٹریننگ میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں وہ کامیابی حاصل کریں۔ ایسے مدرسین کو خطوط الگ سے لکھے جارہے ہیں۔ (۷) ٹریننگ میں پرائیوٹ امیدوار بھی شریک ہوسکتے ہیں۔ کامیابی کی صورت میں ان کا تقرر یعنی ہے اردو اور قرآن جاننے والے حضرات توجہ دیں۔ تفصیلات کیلئے دفتر سے رابطہ قائم کریں۔ (۸) ٹریننگ کے کورس کی تفصیل طلب فرمائیں۔ (۹) ابتدائی حساب کا جاننا ضروری ہے۔

(سکریٹری ادارہ)

خدا کے مہینہ میں ۔ خدا کی کتاب پڑھو۔

پیامِ اعظمی

قرآن

بھیجا ہے جو خالق نے وہ پیغام ہے قرآں
اور ابروئے گردش ایام ہے قرآں
اک معجزۂ بانیٔ اسلام ہے قرآں
آخر میں ملا ہے جو وہ انعام ہے قرآں
پیدا ہوئی دنیا کی ہر اک چیز زمیں سے
قرآں یہاں آیا ہے مگر عرش بریں سے

الفاظ میں یوں جمع ہیں مفہوم کے دفتر
جیسے کوئی کوزے میں سما جائے سمندر
قرآں کی تاثیر سے بنتا ہے مقدر
رکھو نہ اسے صرف غلافوں میں چھپا کر
سمجھو نہ کہ یہ طاقوں کی زینت کیلئے ہے
نام اس کا ہے قرآں یہ تلاوت کیلئے ہے

قرآں نہ ملے گا تو صداقت نہ ملے گی
دنیا میں کہیں اور ہدایت نہ ملے گی
قرآں کو جو چھوڑوگے تو عزت نہ ملے گی
عزت سے ہوئے دور تو جنت نہ ملے گی
جو خود نہ سمجھتا ہو وہ سمجھا نہیں سکتا
قرآن بغیر ان کے کام آ نہیں سکتا

انساں کو قرآں سے ملتی ہے ہدایت
قرآں سے ہوتی ہے دماغوں کی طہارت
آیات الٰہی ہیں کہ ہیں چشمۂ رحمت
گھر میں جو اسے رکھوگے محروم تلاوت
یہ بھی نہ تمہیں حشر کے دن یاد کرے گا
قرآں شہ مظلوم سے فریاد کرے گا

• ۔ کلیم الہ آبادی

امام حسنؑ

سوچتا تھا ہو گا گیا حسن ازل کا شاہکار
یوں زباں پر آ گیا نام حسنؑ بے اختیار
وہ حسنؑ جس سے امامت کی جلالت آشکار
وہ حسنؑ کھلتی ہے جس سے قلب زہراؑ کی کلی
وہ حسنؑ مٹھی میں جس کی زلفِ پیچان رسولؐ
وہ حسنؑ جس کے تبسم میں جمالِ مصطفےٰؐ
وہ حسنؑ جس کی رگوں میں شیر پاکِ فاطمہؑ
وہ حسنؑ جس کی زباں میں فاتح خیبر کا نطق
وہ حسنؑ جو گھر کے اندر زیب آغوشِ بتولؑ
وہ حسنؑ جو سجدہ احمدؐ میں سجدوں کا فروغ
وہ حسنؑ تمجید جس کی منصب روح الامیں
وہ حسنؑ جس کا تحمل ہے سقیفہ سے عیاں
وہ حسنؑ جس کی ادا ضعف پیمبرؐ کا علاج
وہ حسنؑ وجہ شرف ہے جس کے ہاتھوں کی عطا
وہ حسنؑ جس کی محبت خنکیٔ چشمِ رسولؐ
وہ حسنؑ جس سے گریبان سیاست چاک چاک
اس کی خاطر حق نے بدلا ہے نظامِ کائنات
سرمۂ چشم بصیرت کوچۂ اقدس کی خاک
صلح اس کی کیوں نہ ہو تمہید جنگ کربلا
کیا ضرورت تاج کی اس کو کہ جس کی جوتیاں

آ گیا لب پر مرے نام حسنؑ بے اختیار
جیسے آ جائے کسی اجڑے بیاباں میں بہار
وہ حسنؑ جس سے نکھرتا ہے نبوت کا وقار
وہ حسنؑ ملتا ہے جس سے روحِ حیدرؑ کو قرار
وہ حسنؑ قبضہ میں جس کے رحمتِ پروردگار
وہ حسنؑ جس کے تکلم میں جلالِ کردگار
وہ حسنؑ جس کے جگر میں عزم شیر کردگار
وہ حسنؑ جس کا بیاں نہج بلاغت کا وقار
وہ حسنؑ جو گھر کے باہر دوش احمدؐ کا سوار
وہ حسنؑ جو منبر احمدؐ پہ منبر کا وقار
وہ حسنؑ تائید جس کی رحمتِ حق کا شعار
وہ حسنؑ جس کا تحمل ہے جمل سے آشکار
وہ حسنؑ جس کی ولا دینِ پیمبرؐ کا مدار
وہ حسنؑ در نجف ہے جس کے قدموں کا غبار
وہ حسنؑ جس کی عداوت دیدہ دشمن کا خار
وہ حسنؑ جس سے ہے دامانِ خلافت تار تار
اس کے قبضہ میں رہی ہے گردشِ لیل و نہار
غازۂ روئے ملائک اس کے قدموں کا غبار
کر گیا اس کا قلم ہموار راہ ذوالفقار
جو بھی رکھ لے سر پہ اپنے بس وہی ہے تاجدار

اس کی مدحت نے بنایا ہے مجھے ایسا کلیم
سارے جلوے ہیں نظر میں پھر بھی دل ہے ہوشیار

عظیم امروہوی

قرآن عظیم

واجب ہوا کہ اب کوئی ایسی کتاب آئے
جس کی کوئی مثال نہ جس کا جواب آئے
جو اس کے راستے پہ چلے کامیاب آئے
جس سے حیاتِ پست میں اک انقلاب آئے
تب ارتقائے فکر کا عنوان آ گیا
انسان کی فلاح کو قرآن آ گیا

گزرے ہیں جتنے علم کی دُنیا کے حکمراں
تاریخ کے وہ مرد ہوں یا ماہرِ زباں
سائنسداں ہوں یا کہ مفکر یہاں وہاں
قرآں کی عظمتوں کو سبھی نے کیا بیاں
اس پر ہیں متفق، یہ خدا کا کلام ہے
معجز نما ہے، وحی ہے، حق کا پیام ہے

غارِ حرا میں آمدِ وحیِ خدا ہوئی
جو مشتمل کتاب کی پانچ آیتوں پہ تھی
پہنچے نبیؐ جو حج میں پس از حج آخری
اَکْمَلْتُ سے نوید لَکُمْ دِیْنَکُمْ سُنی
وجہِ کمال بن گئے دینِ رسولؐ کے
بائیس سال پانچ مہینے نزول کے

پارے ہیں تیس، سات منازل شمار میں
اور ہیں رکوع پانچ سو چالیس دیکھ لیں
کُل سورتیں ہیں ایک سو چودہ گنوائیں
اور چھ ہزار دو سو چھیاسی ہیں آیتیں
تشدیدیں بارہ سو چوہتر کے ساتھ ہیں
مدّات سترہ سو اکہتر کے ساتھ ہیں

اِس دائرے میں خشک بھی ہے اور تر بھی ہے
نورِ جمالِ ذاتِ خدا جلوہ گر بھی ہے
تسکینِ دل بھی مرہمِ زخمِ جگر بھی ہے
یہ اک دوا بھی اور دوا کا اثر بھی ہے
دُنیا و دیں پہ اس کا ہے احسان دوستو!
ہر درد کا علاج ہے قرآن دوستو!

قرآن ہے کلامِ خداوندِ لم یزل
قرآن وہ کتاب ہے جس کا نہیں بدل
قرآن نے جو کہا ہے ابد تک ہے وہ اٹل
لفظیں برائے وِرد، معانی برائے عمل
ظلمات میں گھری ہوئی تھی روشنی کی راہ
قرآن نے دکھائی ہمیں زندگی کی راہ

سوالات و جوابات

نصیر کاظمی ۔ گولہ گنج لکھنؤ!

س:۔ کیا یہ صحیح ہے کہ آیۃ اللہ خمینی طاب ثراہٗ کی جگہ پر آیۃ اللہ خامنہ ای کا تقرر ایک المیہ ہے اور دونوں کے عقائد و نظریات میں تضاد اور اختلاف ہے؟

ج:۔ ایسا نہیں آیۃ اللہ خامنہ ای، آیۃ اللہ خمینی طاب ثراہٗ کے ساختہ و پرداختہ شاگرد ہیں جنھیں سرکار مرحوم نے اپنی زندگی میں تہران کا امام جمعہ مقرر کیا۔ اسلامی فوجوں کا سربراہ بنایا۔ جمہوری اسلامی ایران کا دو مرتبہ صدر مقرر کیا اور انکی نیابت کی طرف اشارہ دیتے ہوئے ولایت فقیہ سے مرجعیت کی شرط کو حذف کر دیا۔ اب اگر دونوں کے عقائد میں اختلاف ہے تو مذکورہ بالا ہر تقرری کی ذمہ داری آیۃ اللہ خمینی طاب ثراہٗ

حیرت کی بات ہے کہ ہندوستان کے افراد کو اس اختلاف نظر کا علم ہو گیا اور خود آیۃ اللہ خمینی طاب ثراہ کو نہ ہو سکا۔

س:۔ کیا ایران سے شائع ہونیوالے ہر لٹریچر کی ذمہ داری آیۃ اللہ خامنہ ای پر ہے اور ان کا سکوت خلاف اسلام ہے؟

ج:۔ علما و اعلام عالم الغیب نہیں ہوتے اور نہ ہی ہر چیز ان کے علم و اطلاع میں ہوتی ہے ورنہ آیۃ اللہ خامنہ ای کی طرح تمام آیات کرام روحانی، سید محمد شیرازی، مکارم شیرازی دام مجدہم خطا وار قرار پائیں گے۔

س:۔ کیا ولایت فقیہ اور ولایت اہلبیتؑ میں کوئی خاص رابطہ ہے؟

ج:۔ بے شک۔ فقیہ کو اہلبیت علیہم السلام ہی نے ولی امر مسلمین قرار دیا ہے اور ان کی تردید کو اپنی تردید سے تعبیر کیا ہے۔ ولایت فقیہ، ولایت اہلبیت علیہم السلام کا صدقہ ہے ورنہ اس سے ہٹ کر اسکی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

س:۔ کیا اہل کتاب کی طہارت کا فتویٰ کوئی خلاف اسلام فتویٰ ہے؟

ج:۔ یہ فتویٰ۔ آخری دور میں سب سے پہلے سرکار آیۃ اللہ الحکیم طاب ثراہ نے دیا۔ اسکے بعد آیۃ اللہ گلپائیگانی طاب ثراہ نے حکم نجاست کو احتیاط سے تبدیل کیا۔ اور آیۃ اللہ الخوئی طاب ثراہ نے فتویٰ کے بجائے احتیاط کے راستہ کو اختیار فرمایا۔ اسکے بعد آیۃ اللہ سبزواری طاب ثراہ، آیۃ اللہ مکارم دام ظلہ، آیۃ اللہ سیستانی دام ظلہ نے طہارت کا فتویٰ دیا۔ یہ بات اگر خلاف اسلام ہے تو سارے مراجع اسلام سے منحرف ہو گئے ہیں (معاذ اللہ)

س:۔ کیا پیشاب کے مقام کی طہارت میں آیۃ اللہ سیستانی اور خامنہ ای میں کوئی اختلاف ہے؟

ج:۔ ہرگز نہیں۔ آیۃ اللہ سیستانی دام ظلہ کا فتویٰ ہے "الاظہر کفایۃ المرۃ الواحدۃ مطلقا"، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ایک مرتبہ دھونا کافی ہے چاہے آب قلیل ہو یا آب کثیر۔ سرکار موصوف کی طرف اسکے خلاف کسی بات کی نسبت دینا کھلی ہوئی جہالت ہے۔ (ملاحظہ ہو، المسائل المنتخبہ صفحہ ۳۶)

قرآن کی آیات کا مذاق اڑانا جہنم کا باعث ہے (مولا علی ؑ)

س۔ کیا نماز عصر کے وقت کے بارے میں آیۃ اللہ خامنہ ای کا فتویٰ امام خمینی طاب ثراہ کے فتویٰ سے مختلف ہے؟

ج۔ ہرگز نہیں ـــ وقت عصر الگ ایک شئی ہے اور وقت مخصوص عصر الگ ایک شئی ہے وقتِ عصر مخصوص و مشترک سب مل کر مغرب پر تمام ہوتا ہے۔

س۔ کیا خمس کے مصرف کے بارے میں آیۃ اللہ خامنہ ای، امام خمینی طاب ثراہ سے کوئی اختلاف رکھتے ہیں؟

ج۔ ہرگز نہیں ـــ دونوں حضرات کا مسلک یہ ہے کہ خمس کا مکمل اختیار حاکم شرع اور ولی فقیہ کو حاصل ہے اور اس کی اجازت ہی سے صرف کیا جا سکتا ہے چاہے حق سادات ہو یا حق امام۔ اس کے خلاف کی امام خمینی طاب ثراہ کی طرف نسبت دینا اتہام اور افترا پردازی یا فتنہ پروری ہے۔

س۔ کیا خواتین کی محفلوں میں خواتین کے گانے کے بارے میں آیۃ اللہ خامنہ ای کا فتویٰ قرآن و سنت کے خلاف ہے؟

ج۔ شادی بیاہ کے موقع پر خواتین کا خواتین کے درمیان گانا آیۃ اللہ الخوئی طاب ثراہ اور آیۃ اللہ السید محمد روحانی کی نظر میں جائز ہے (منہاج الصالحین جلد۲)
امام خمینی طاب ثراہ بھی اسی کے قائل ہیں (تحریر الوسیلہ)
آیۃ اللہ گلپائیگانی احتیاط کے قائل تھے (ہدایۃ العباد)
ـــ ایسی صورت میں آیۃ اللہ خامنہ ای پر الزام جملہ مراجع پر الزام ہے اور یہ جہالت کے علاوہ توہین عالم اور گناہ کبیرہ ہے۔

س۔ فلموں میں عورتوں کے کردار کے بارے میں آیۃ اللہ خامنہ ای کا حکم کیا ہے؟

ج۔ اگر فساد کا اندیشہ نہیں ہے تو جائز ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اسی وقت ہوگا جب نامحرم مردوں کے ساتھ یہ کردار ادا نہ کیا جائے ورنہ فساد کا اندیشہ واضح ہے اور عمل حرام ہو جائے گا۔

س۔ شطرنج کے بارے میں امام خمینی طاب ثراہ اور آیۃ اللہ خامنہ ای کے فتویٰ میں کیا فرق ہے؟

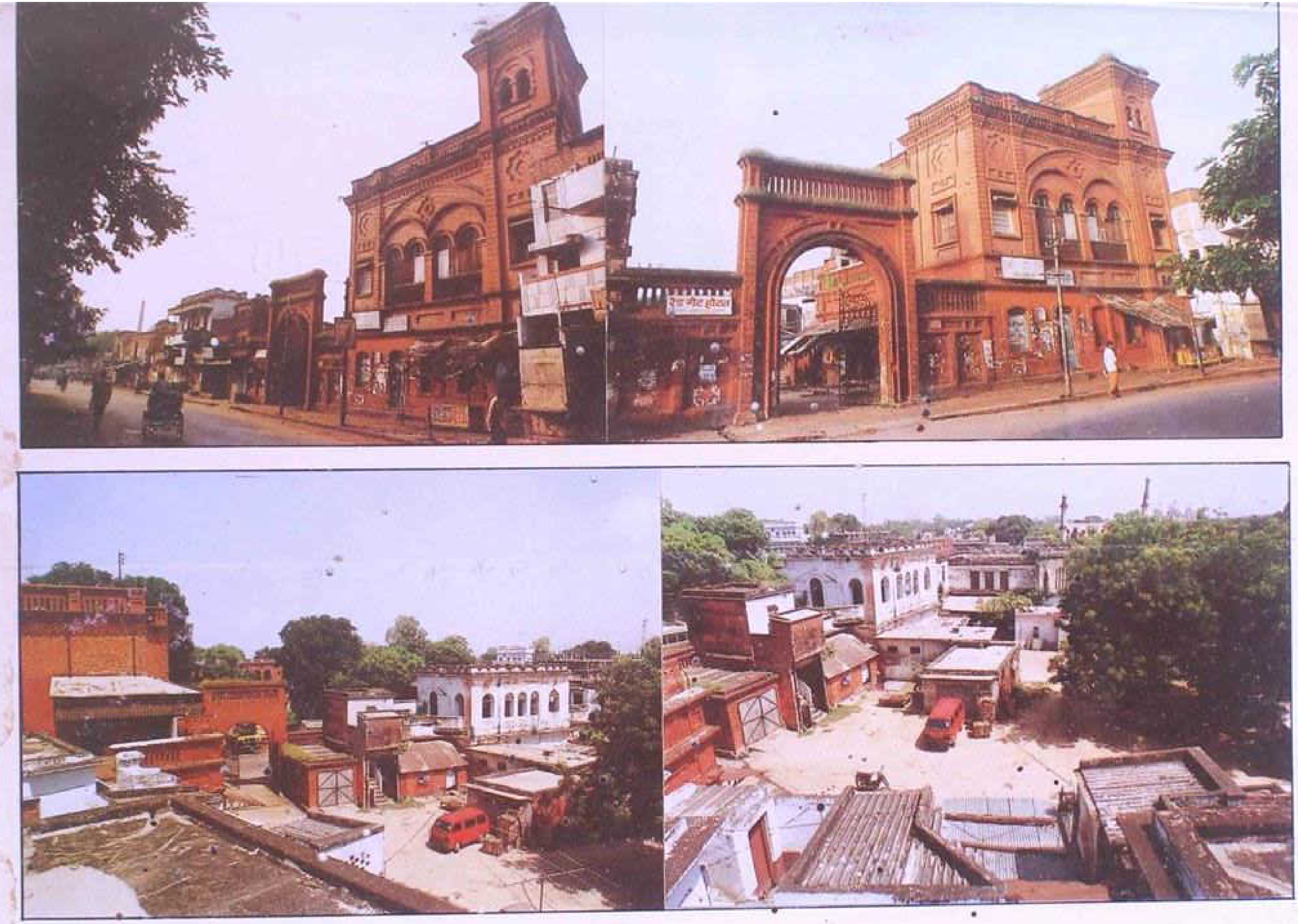
ج۔ کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں حضرات کا خیال یہ ہے کہ اگر اس کی حیثیت آلات قمار کی نہیں رہ گئی ہے اور اور مقصد بھی جوا نہیں ہے تو جائز ہے۔ جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ عرف عام میں اس کی حیثیت آلات قمار کی ہے۔ اسکی مثال تقریباً وہی ہے کہ بعض علماء سے بعض حضرات نے اصرار کیا کہ نجس دودھ کو پاک کرنے کی ترکیب بتائیے تو انھوں نے فرمایا کہ دو کر بھر پانی میں ڈال دیجئے تو خود بخود پاک ہو جائے گا۔ ...

ایک اہم گذارش

تنظیم المکاتب کے معاونین کی خدمت میں گذارش ہے کہ ہر سال زراعانت کی ادائیگی کی زحمت سے بچانے کیلئے یہ سہولت دی جا رہی ہے کہ اگر چار سال کا زراعانت بیکمشت ادا کردیا جائے تو پانچ سال تک اخبار آپکی خدمت میں آتا رہے گا اور ہر سال ہونیوالے اضافے کے بوجھ سے بچ جائیں گے۔ سنہ ۱۹۹۶ء کا سالانہ زراعانت پچاس روپے اور پانچ سال کیلئے دو سو روپے ہیں۔

ادارہ

سفر اور حضر میں قرآن کو اپنا ساتھی بناؤ۔



مطلوبہ عمارت کا صدر دروازہ اور اندرونی حصہ کا ایک منظر

20th January & 5th February, 1996

Phone : 2?5115
Fax : 224563, 215115

Tanzeemul Makatib

Golaganj, Lucknow-226 018 U.P. (INDIA)

KITAB-E-RAMZAN
(NAZOOL-E-QURA'N NUMBER)

باسمہ سبحانہ

یَا قَوْمَنَا اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللہ

اِنْ تَنْصُرُوا اللہَ یَنْصُرْکُمْ

(اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا)

برادرانِ ایمانی! خدا کا شکر ہے کہ آپ کے ہر دلعزیز ادارہ تنظیم المکاتب نے ۲۵ سالہ خدمت کے دوران آپ کے دلوں کے ساتھ میدانِ عمل میں اس قدر جگہ بنالی ہے کہ اس کی موجودہ مرکزی عمارت اس کے ضروریات کے لئے ناکافی ہو گئی ہے۔

جس کے نتیجہ میں دفتر اور جامعہ امامیہ کے ضروریات پورے نہیں ہوتے۔ جامعۃ الزہراء کی تعمیر دوسرے مقام پر کرنا پڑی اور مدرسین کی ٹریننگ کا کام دوسرے شہروں میں انجام دینا پڑتا ہے۔ ادارہ کے لئے پریس اور کمپیوٹر سنٹر کا کام بھی معطل پڑا ہوا ہے اور مدرسین کرام اور انسپکٹر حضرات کی قیام گاہ کا مسئلہ بھی سنگین صورتِ حال اختیار کر گیا ہے۔

ان حالات میں ہم بے حد پریشان تھے کہ پروردگار نے ازغیب یہ انتظام فرمادیا کہ ادارہ سے متصل عمارت معہ ملحقہ زمین کے فروخت کا اعلان ہو گیا اور ہماری ہمت و طاقت کا امتحان شروع ہو گیا۔

زمین ہماری موجودہ ضروریات کے لئے کافی ہے مگر اس کی قیمت ہمارے امکان تصور سے بھی بالاتر ہے چونکہ ادارہ آج تک ایسے ہی کام انجام دیتا رہا ہے اور امام عصرؑ کی جانب سے برابر تائید ہوتی رہی ہے لہٰذا ہم نے خریداری کا آفر محدود مدت کی شرط کے ساتھ دے دیا ہے۔ اب دین کا عظیم کام اور خادمانِ تنظیم کی حوصلہ افزائی آپ حضرات کے لطف و کرم پر موقوف ہے۔ اگر آپ حضرات حسب سابق اس کام کو اپنے دیگر ضروریات پر مقدم کر کے ہماری حوصلہ افزائی کردیں کئی کروڑ محبان آلِ محمدؐ کے لئے ایک کروڑ کی رقم ناممکن نہیں ہے۔

ہمیں امید قوی ہے کہ آپ ہماری گذارش کو نظر انداز نہیں کریں گے اور اس عظیم کارِ خیر میں خاطر خواہ حصہ لیں گے۔ آپ اپنی انفرادی امداد کو حقیر نہ سمجھیں قطرہ قطرہ ہی دریا بنتا ہے اور ذرات کا اجتماع ہی سلسلۂ کوہ تیار کرتا ہے۔ سایۂ غیبت ہمارا اور آپ کا مددگار رہے اور پروردگار کا کرم ان معمولی منصوبوں سے کہیں زیادہ عظیم اور وسیع تر ہے۔

خادمانِ تنظیم المکاتب